لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

حرم ربانی کی مرکزیت

خانہ کعبہ اس دنیا میں عرش الٰہی کا سایہ اور اس کی رحمتوں اور برکتوں کا نقطۂ قدم ہے، یہ وہ آئینہ ہے جس میں اس کی رحمت وغفاری کی صفتیں اپنا عکس ڈال کر تمام کرۂ ارض کو اپنی شعاعوں سے منور کرتی ہیں، یہ وہ منبع ہے جہاں سے حق پرستی کا چشمہ ابلا اور اس نے تمام دنیا کو سیراب کیا، یہ روحانی علم ومعرفت کا وہ مطلع ہے جن کی کرنوں نے زمین کے ذرہ ذرہ کو درخشاں کیا، یہ وہ جغرافیائی شیرازہ ہے جس میں ملت کے وہ تمام افراد بندھے ہوئے ہیں جو مختلف ملکوں اور اقلیتوں میں بستے ہیں، مختلف زبانیں بولتے ہیں، مختلف لباس پہنتے ہیں، مختلف تمدنوں میں زندگی بسر کرتے ہیں مگر وہ سب کے سب ہی باوجود ان فطری اختلافات اور طبعی امتیازات کے ایک ہی خانہ کعبہ کے گرد چکر لگاتے ہیں اور ایک ہی قبلہ کو اپنا مرکز سمجھتے ہیں اور ایک ہی مقام کو ام القریٰ مان کر وطنیت، قومیت، تمدن ومعاشرت، رنگ وروپ اور دوسرے تمام امتیازات کو مٹا کر ایک ہی وطن، ایک ہی قومیت (آل ابراہیم) ایک ہی تمدن ومعاشرت (ملت ابراہیمی) اور ایک ہی زبان (عربی) میں متحد ہو جاتے ہیں اور یہ وہ برادری ہے جس میں دنیا کی تمام قومیں اور مختلف ملکوں کے بسنے والے جو وطنیت اور قومیت کی لعنتوں میں گرفتار ہیں، ایک لمحہ اور ایک آن میں داخل ہوتے ہیں، جس سے انسانیت کی بنائی ہوئی تمام زنجیریں اور قیدیں اور بیڑیاں کٹ جاتی ہیں اور تھوڑے دن کے لیے عرصہ حج میں تمام قومیں ایک ملک میں، ایک لباس احرام میں، ایک وضع میں دوش بدوش ایک قوم بلکہ ایک خانوادہ کی برادری بن کر کھڑی ہوتی ہیں اور ایک ہی بولی میں خدا سے باتیں کرتی ہیں، یہی وحدت کا وہ رنگ ہے جو ان تمام مادی امتیازات کو مٹا دیتا ہے جو انسانوں میں جنگ وجدل اور فتنہ وفساد کے اسباب ہیں، اس لیے یہ حرم ربانی نہ صرف اسی معنی میں امن کا گھر ہے کہ یہاں ہر قسم کی خونریزی اور ظلم وستم ناروا ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی امن کا گھر ہے کہ تمام دنیا کی قوموں کی ایک برادری قائم کر کے ان کے تمام ظاہری امتیازات کو جو دنیا کی بدامنی کا سبب ہیں، مٹا دیتی ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ

سالانہ زر تعاون -/250

۲۵/ستمبر ۲۰۱۲ء

فی شمارہ =/12₹

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۹ | ۲۵ ستمبر ۲۰۱۲ء مطابق ۸ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ | شمارہ نمبر ۲۲

اس شمارے میں

شعروادب
لوگ عیش وہوس کے بھوکے ہیں — ماہر القادری مرحوم — ۲

اداریہ
مدارس اسلامیہ کی اہمیت وضرورت — شمس الحق ندوی — ۳

نشانِ منزل
استاد شاگرد کو کس طرح پڑھائے؟ — حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ — ۵

چراغِ راہ
علم سے عشق اور قلبی شغف — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ — ۷

فریضۂ حج
حج کی فرضیت، فضائل اور طریقہ — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۹

سراغِ زندگی
علم مقصد ہے وسیلہ نہیں! — مولانا ابوالکلام آزادؒ — ۱۳

عبرت انگیز
یہ کیسا حج تھا؟ — ادارہ — ۱۷

اصلاح معاشرہ
اولاد کی تربیت میں ماں باپ کا کردار — مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی — ۱۸

متاعِ حیات
وقت لانت ہے! — ڈاکٹر عبدالواسع شاکر — ۱۹

فقہ و فتاویٰ
سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۲۳

خبرو نظر
عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۲۵

تذکیروعمل
موبائل فون کو مصیبت نہ بنائیں! — ——— — ۲۷

انوارِ حرم
بیت اللہ شریف کی ایک اور حاضری — محمود حسن حسنی ندوی — ۲۸

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیرِ نگرانی
مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

نائب مدیر
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
• مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی • مولانا خالد ندوی غازی پوری
• نعیم الرحمن صدیقی ندوی

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

سالانہ زرتعاون -/250 | فی شمارہ -/12 | ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے -50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں۔ بینک سے بھیجی جانے والی رقم صرف All CBS Payable Multicity Cheques [illegible]

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

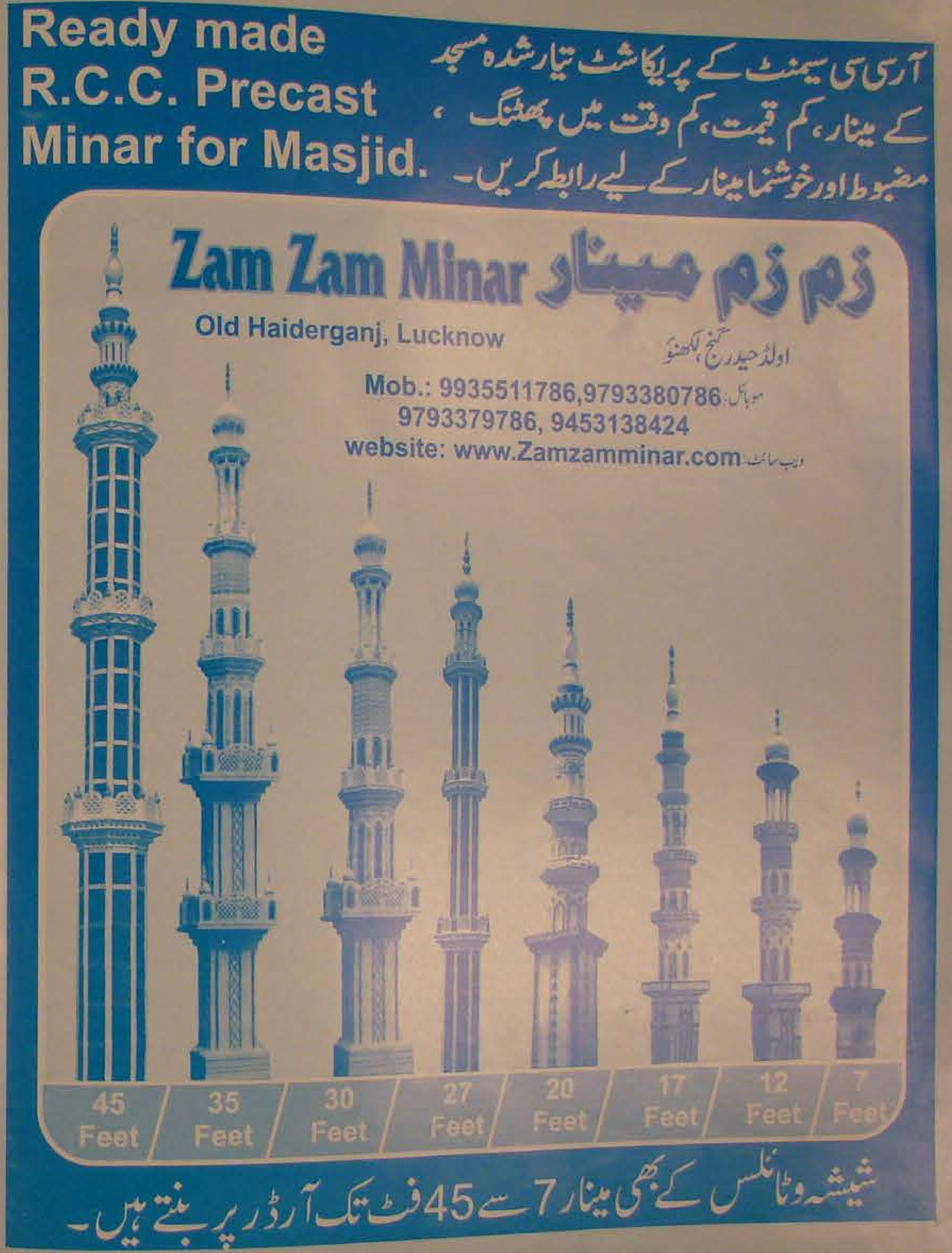

شعر و ادب

لوگ عیش و ہوس کے بھوکے ہیں

ماہر القادری مرحوم

اگلی باتوں کو بھول جا اے دوست
تھا وہ خواب گریز پا اے دوست

وہ ہوس ناکیاں خدا کی پناہ
جیسے طوفاں گزر گیا اے دوست

منزل ضبط و شوق سے آگے
میں بھی کوسوں نکل گیا اے دوست

اب نہ زلفوں کی دے ہوا اے دوست
میں بہت کچھ بدل گیا اے دوست

میری دل چسپی و خوشی کے لیے
بھول کر بھی نہ مسکرا اے دوست

اپنی پرچھائیوں سے بچ کر چل
ہے زمانہ بہت برا اے دوست

آدمی کے لیے ضروری ہیں
عفت و عصمت و حیا اے دوست

دیکھتے ہی نظر جھکا لینا
ہو جو میرا کبھی سامنا اے دوست

لوگ عیش و ہوس کے بھوکے ہیں
ان کی جانب نہ دیکھنا اے دوست

چاند تاروں کی بھی نگاہوں سے
حسن معصوم کو چھپا اے دوست

مت کسی پر کبھی بھروسہ کر
مری باتوں پہ بھی نہ جا اے دوست

ہو سکے تو معاف کر دینا
مرا سب کچھ کہا سنا اے دوست

☆☆☆☆☆

اداریہ

مدارس اسلامیہ کی اہمیت وضرورت

شمس الحق ندوی

اس وقت دنیا میں جو پیہم انقلابات آرہے ہیں، وہ اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ انسانیت تیزی کے ساتھ خودکشی کی طرف بڑھ رہی ہے، اب کسی طرح کا کوئی اصول وضابطہ یا اخلاقی قدریں اور انسانوں سے پیار ومحبت باقی نہیں رہ گئے ہیں، کاغذ پر تو ان چیزوں کا ذکر مل جاتا ہے لیکن ضمیر انسانی اب ان چیزوں سے بالکل آزاد ہو چکا ہے، دکھاوے یا لوگوں کو فریب میں مبتلا کرنے کے لیے جو بھی تنظیم قائم ہوتی ہے، یا منصوبہ بنایا جاتا ہے، اس کی حیثیت کاغذی پھولوں سے زیادہ نہیں کہ دیکھنے میں تو خوبصورت وجاذب نظر مگر خوشبو سے خالی، اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں ہمارے مدارس عربیہ ہی امید کی وہ کرن ہیں جہاں سے انسانیت کو روشنی مل سکتی ہے، اور وہ نجات وفلاح کی راہ پا سکتی ہے، اس لیے ہمارے ان مدارس کی ذمہ داری آج پہلے سے زیادہ ہے کہ یہیں سے انسان سازی اور مردم گری کا کام انجام پاتا رہا ہے اور اسی چشمہ حیواں سے فیضیاب ہو کر نکلنے والے افراد انسانیت کی سوکھی کھیتی کو سیراب وشاداب کرتے رہے ہیں، آج جب پورا عالم انسانی ظلم وجور، قتل وغارت گری کے طوفان بلاخیز میں موت وحیات کی کشمکش سے دوچار ہے، انہیں مدارس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایثار وقربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے طلبہ کی تعلیم وتربیت میں اپنی تمام صلاحیتوں کو داؤں پر لگا دیں، وہ یہ بھول جائیں کہ ہمیں لینا کیا ہے اتنا ہی یاد رکھیں کہ ہمیں دینا کیا ہے۔

علماء، انبیاء کرام کے وارث ہیں اور انبیاء کرام ﴿إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ کا نعرہ لگاتے ہیں، ان کو فکر ہوتی ہے تو اس کی کہ ہلاکت کی طرف بڑھنے بلکہ دوڑنے والی انسانی جماعت کو کس طرح ہلاکت سے بچایا جائے، آج کے بگڑے ہوئے ماحول میں جہاں انسان کو صرف اپنا نفع اور اپنی ذات یاد رہ گئی ہے، ایثار وقربانی ہی سے کام لے کر وراثت نبوت کا کام انجام دیا جا سکے گا۔

بگڑے ہوئے حالات وماحول پر اظہار افسوس اور کچھ لکھ اور بول دینا کچھ تبدیلی نہ لا سکے گا، تبدیلی اس وقت آئے گی جب انسانوں کی ایسی جماعت تیار کی جائے جس کے اندر انسانیت کا درد ہو، انسانیت سے محبت ہو، انسانوں کو انسانیت کی راہ پر لگانے کی فکر ودھن ہو، لہٰذا دنیا کے حالات کو دیکھتے ہوئے، انسانیت کی تباہی وبربادی کا تماشا دیکھتے ہوئے، ہم اہل مدرسہ کا ہی یہ فرض ہے کہ ہم کو نوعمر اور دل کی سادہ تختی رکھنے والے طلبہ کی شکل میں جو خام مال مل رہا ہے، اس کو مفید وکارآمد بنانے کے لیے تن ومن کی بازی لگا دیں، ہم یہ نہ خیال کریں کہ غریب گھروں سے آنے والے، معمولی لباس اور معمولی کھانا کھانے والے، چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھنے والے یہ طلبہ جن کے دل بجھے ہوئے، امنگیں دبی ہوئیں، یہ اور کیا کر سکیں گے سوائے اس کے کہ کسی مکتب کے استاد بن جائیں یا کسی مسجد کا نظام سنبھال لیں، یہ بڑی کم ہمتی اور کوتاہ نظری کی بات ہے، انہیں غریب گھرانوں کے بچوں میں، معمولی لباس وسادہ کھانا کھانے والے انہیں نوجوانوں میں وہ لعل وگہر پوشیدہ ہیں جن سے قوموں اور ملکوں میں انقلاب لایا جا سکتا ہے، ان میں بہت سے وہ ہیں کہ ان کی صلاحیتوں کو خلوص دل کے ساتھ پروان چڑھایا جائے تو یہ اپنے دور کے امام اور انسانیت کے نجات دہندہ ثابت ہو سکتے ہیں، ضرورت اس کی ہے کہ ہمارا حوصلہ بلند ہو، تعلیم وتربیت کے منصب پر فائز لوگوں کی ہمتیں بلند ہوں، وہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات پر نظر رکھنے والے ہوں، ان کا مطالعہ وسیع اور علم گہرا ہو، حالات وتقاضے کے پیش نظر ان کی نگاہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات پر ہو تا کہ اس کی روشنی میں اپنے طلبہ کو تیار کر سکیں، محنت ان کی سب پر ہوگی، فیض بقدر صلاحیت پہنچے گا، پھر انہیں طلبہ میں سے کچھ وہ ہوں گے جو معاشرہ کی اصلاح کا کام کریں گے، کچھ مساجد ومدارس کا نظام سنبھالیں گے اور کچھ ایسے بھی نکلیں گے جو زمانہ کی رہبری کریں گے، اسلام کی صاف وشفاف تعلیمات کا علم لے کر اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بیگانہ قوموں میں جائیں گے اور حکمت ودوربینی کے ساتھ انسانیت کا پیام سنائیں گے۔

لہٰذا ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ نئے سال کے آغاز پر ہمیں اپنا کام نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ شروع کرنا چاہیے، اسی کے ساتھ ہم طلبہ کے سرپرستوں سے بھی کہنا

چاہیں گے کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اس ہمت وحوصلہ کے ساتھ مدرسہ میں بھیجیں کہ ان سے دین ہی کا کام لینا ہے، ان کو دین ہی کی راہ میں وقف کرنا ہے، وہ نیت و حوصلہ بھی یہی رکھیں، اور قول وعمل اور گھر کے ماحول سے بھی اسی کا ثبوت دیں کہ انہیں یہی پسند ومحبوب ہے، بہت سے سرپرست اپنے نونہالوں کو مدارس میں تو بھیج دیتے ہیں لیکن خود اپنی زندگی اور گھر کا ماحول ایسا رکھتے ہیں جو طالب عالم کی مدرسہ والی زندگی سے میل نہیں کھاتا جس کے نتیجہ میں اس طالب علم پر مدرسہ میں کی جانے والی محنت وکوشش وہ نتائج نہیں سامنے لاتی، جن کی ضرورت ہے۔

کچھ سرپرست ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے بچوں کو بھیجتے تو ہیں مدرسہ میں، لیکن نظر ان کی یونیورسٹیوں اور طلبہ کالجوں پر ہوتی ہے کہ مدرسہ میں کچھ وقت گزار کر ان کا جگر پارہ اس راہ پر جائے جو وراثت نبوت کی مخالف راہ ہے، اس کی تعبیر ہم اس کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں کہ کوئی عقل کا مارا لعل وگہر دے کر سنگ ریزے خرید رہا ہے، مدرسہ کی راہ دنیاوی حوصلہ مندیوں کی راہ نہیں ہے، یہ تو سراسر ایثار وقربانی کی راہ ہے، اس راہ کو اپنانے سے پہلے ہی سو بار سوچ لینا چاہیے کہ اس کوچہ میں قدم رکھے کہ نہ رکھے۔

ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ سرپرستوں اور طلبہ کے اس رجحان نے مدرسہ کی زندگی کو بھی کشمکش کے ماحول میں تبدیل کر دیا ہے اور تعلیم وتربیت میں اہل مدارس کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

وہ والدین کتنے خوش نصیب ہیں جن کا نور نظر انسانیت کی رہبری کا کام انجام دے اور اس کے لیے تیار ہو، یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ہر مسلمان بچہ عالم وفقیہ ہو، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضرورتوں اور تقاضوں کو خوب جانتا ہے، وہ علیم وخبیر ہے، وہ یہ جانتا ہے کہ اگر سب کے سب اس کام میں لگیں گے تو زندگی کے دوسرے شعبے جو اس کارگاہ ہستی کے لیے ضروری ہیں، متاثر ہوں گے اور رہبانیت کی زندگی کا ماحول تیار ہوگا۔ اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾ [سورہ توبہ/۱۲۲] (اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن سب کے سب نکل آئیں تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین کا علم سیکھتے اور اس میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈرسناتے تاکہ وہ حذر کرتے)۔

جب حقیقت یہ ہے تو دین کی راہ پر اپنے نونہالوں کو لگانے والے والدین کیوں نہیں حوصلہ سے کام لیتے اور جب اس راہ پر ان کو لگاتے ہیں تو اپنے گھروں کا ماحول، اپنا کردار ایسا بنانے کی فکر کیوں نہیں کرتے جو اس بچے کے لیے حوصلہ افزا ہو اور وہ مدارس کے ذمہ داروں کے کام میں معاون ثابت ہوں، یہ تو ایک ضمنی بات تھی جو عرض کر دی گئی، اہل مدرسہ سرپرستوں کے اس تعاون کا انتظار تو نہیں کر سکتے، انہیں اپنی تمام تر کوششوں کو ان طلبہ کی تعلیم وتربیت پر صرف کرنا ہے کہ اس وقت حالات نہایت سنگین ہیں، کسی انتظار کی گنجائش نہیں۔

ہماری دعا ہے کہ یہ نیا سال ہمارے تمام مدارس عربیہ کے لیے نہایت مبارک ثابت ہو، ہم اپنے طلبہ کو صحیح اسلامی سانچہ میں ڈھال سکیں، ان کے فکر وذہن کو اتنا بلند اور وسیع کر سکیں کہ وہ ہر طرح کی تنگ نظری وکوتاہ نظری سے بلند ہو کر پوری انسانیت کے نجات وفلاح کے فکرمند ہو، پوری امت کا درد ان کے سینوں میں انگڑائی لے رہا ہو، وہ تیار تو ہوں مدرسہ کے سادہ ماحول میں مگر نظر ان کی پورے عالم کے حالات وتقاضوں پر ہو، ان کے اندر اپنے علم ومطالعہ کو بڑھانے اور وسیع کرنے کا حوصلہ ہو، چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی معمولی اختلافات سے بلند ہو کر عالمی سطح سے مسائل پر غور کرنے والے، ہمت وحوصلہ کے ساتھ کام کرنے والے ہوں، وہ اقبال مرحوم کے اس شعر کے عملی ترجمان ہوں ؎

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

☆☆☆☆☆

نشان منزل

استاد شاگرد کو کس طرح پڑھائے؟

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر ایک عالم اپنے شاگردوں کو علوم کی کتابوں میں سے کوئی کتاب درایت وتحقیق کے طریقے پر پڑھانا چاہتا ہے، تو اسے لازمی طور پر پندرہ باتوں کا خیال رکھنا چاہیے، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کتاب کی شرح کرنا چاہتا ہے تو لامحالہ طور پر اسے بھی ان باتوں کا خیال رکھنا ہوگا، وہ پندرہ باتیں یہ ہیں:

پہلی بات

پیش نظر عبارت میں جو مشکل الفاظ ہیں ان کی نشاندہی، یعنی عبارت میں جو اسماء وافعال ہیں اگر ان کی حرکات محل اشتباہ ہیں، تو انہیں بیان کردے، اس طرح حروف پر جہاں نقطے ہیں اور جہاں کوئی نقطہ نہیں وہ بھی بیان کرے تاکہ تصحیف خطی اور تصحیف لفظی (مثلاً ج، کی ح، ع، کی غ، ت، کی ث وغیرہ سے تمیز ہو جائے) ہر دو سے محفوظ ہو جائے۔

دوسری بات

یہ کہ عبارت میں جو غریب ونامانوس لفظ آئے تو اس کی شرح کرے یعنی اگر کوئی لفظ قلیل الاستعمال ہے اور شاگردوں کے لئے اس کے استعمال کا مفہوم واضح نہیں، تو عالم اس کی لغت اور اصطلاح دونوں کی رو سے تشریح کردے۔

تیسری بات

یہ کہ عبارت میں جو مغلق جگہ ہو، استاذ اس کی وضاحت کرے یعنی اگر عبارت میں کوئی مشکل ترکیب یا مشکل نحوی وصرفی صیغہ آیا ہے اور شاگردوں کے لیے اسے سمجھنا مشکل ہے، تو عالم اس کو نحو اور صرف کے مطابق حل کردے۔

چوتھی بات

یہ کہ مسئلہ زیر بحث کو مثالیں دے کر یا اس کی مختلف صورتیں پیش کر کے سمجھائے، مثلاً کتاب میں ایک قاعدہ کا ذکر ہے اور شاگرد اسے نہیں سمجھ پائے تو عالم اسے واضح طور پر بیان کرے اور اس کی مثالیں دے تاکہ شاگردوں کے ذہن میں اصل مقصد آجائے۔

پانچویں بات

تقریب الدلائل (دلیلوں کو ذہن کے قریب لانا) ہے یعنی اگر کتاب میں کسی مسئلہ پر کوئی دلیل قائم کی گئی ہے، تو عالم اس کے مخفی مقدمات کو اس طرح بیان کرے کہ بعض مقدمات کا بعض سے جو التزام ہے یا بعض جو دوسروں میں مندرج ہیں، ان سے جو نتیجہ مقصود ہے وہ نکل آئے اور اس ضمن میں وہ ایسے مقدمات بدیہیہ کی طرف رجوع کرے کہ جن میں شک وشبہ بداہۃً داخل نہ ہو۔

چھٹی بات

یہ ہے کہ تعریفات کی تحقیق کرتے وقت ان کی جو قیود ہوں، ان کے فوائد بیان کرے اور اگر کسی قید کی کمی ہے تو اسے پورا کیا جائے، نیز استاذ تقسیمات اور ان سے ایسی جامع ومانع حد کے انتزاع کا جس میں کوئی چیز زائد نہ ہو اور وہ جامع ومانع ہو، شرح وبسط سے بیان کرے۔

ساتویں بات

یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ کی اس طرح وضاحت کرے کہ اس کے ذیل میں تعریف کی قیود کے فوائد تقسیمات اور مثالوں کا نیز ان سے اس قاعدہ کلی کے ایسے انتزاع کا کہ اس میں کوئی چیز زائد نہ ہو اور وہ جامع ومانع ہو، شرح وبسط سے بیان آجائے۔

آٹھویں بات

یہ کہ عالم تقسیمات کو حصر کرنے کی وجہ واضح کرے اور بتائے کہ یہ حصر تقسیمات استقراء کی بنا پر ہے یا وہ اس کے حق میں عقلی دلیل پیش کرے کہ شئے مطلوب انہی مذکورہ اقسام میں محصور ہے اور اسی طرح عالم فصول وقواعد میں جو تقدیم وتاخیر ہو اس کی وجہ بیان کرے۔

نویں بات

دو التباس رکھنے والی چیزوں میں تفریق، مثلاً اگر بادی النظر میں دو قسمیں مشابہ ہوں یا دو مخالف مذہب ایک دوسرے سے مشابہ دکھائی دیں تو عالم بڑے واضح طور سے ان کے درمیان جو فرق ہے، اسے بیان کرے۔

دسویں بات

دو مختلف چیزوں میں تطبیق، اگر مصنف کی عبارت میں دو مختلف جگہوں میں اختلاف پایا جاتا ہے تو عالم اس اختلاف کو حل کرے، خواہ ان کا اختلاف دلالت تطبیقی کا ہو یا ایک دلالت تطبیقی ہو اور دوسرا تضمنی یا التزامی۔

گیارہویں بات

یہ پہلی بات کا تکملہ ہے، یہ ظاہر الورود شبہات کا دور کرنا، مثال کے طور پر تعریفات میں استدراک (کسی زائد چیز کا ذکر) خفی ترشے سے کسی چیز کی

تعریف کرنا اور تعریف کا جامع و مانع نہ ہونا ممنوع ہے یا جیسے کہ دلائل میں جزئیہ کبریٰ ممنوع ہے یا شاگردوں کو مصنف کے کلام میں بادیٔ النظر میں مخالفت نظر آئے یا اس کا استدلال، استدلال کے موقع و محل پر ٹھیک نہ بیٹھتا ہو، عالم ان شبہات کی طرف توجہ کرے اور انہیں دور کرے۔

بارھویں بات

جہاں حوالہ دیا گیا ہے وہاں حوالے کا اور جہاں مصنف نے 'وفیہ نظر' کہا ہے، وہاں اس سے مصنف کی کیا مراد ہے؟ اس کا ذکر کیا جائے اور جہاں سوال مقدر کی طرف اشارہ ہوتا ہو اس کی وضاحت کی جائے۔

تیرھویں بات

یہ ہے کہ اگر شاگردوں کی زبان وہ نہیں جو کتاب کی ہے، تو کتاب کی عبارت کا شاگردوں کی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔

چودھویں بات

مختلف توجیہات کی تنقیح اور ان توجیہات میں جو صحیح تر ہو اس کا تعین، مطلب یہ ہے کہ اگر کتاب کے کسی مقام کے متعلق پڑھانے والوں اور شارحین میں اختلاف ہو، ایک جماعت ایک جہت سے اس کی شرح کرتی ہے اور دوسری جماعت دوسری جہت سے اس کی شرح کرتی ہے اور اس طرح توجیہات میں نزاع پیدا ہو جاتا ہے، عالم ان توجیہات کی تنقیح کرے اور ان میں سے جو بہترین ہو اس کا تعین کرے اور اسی پر مشکل الفاظ کا ضبط ونشان دہی اور مشکل ترکیبوں کا حل بھی قیاس کرلو۔

پندرھویں بات

یہ ہے کہ عالم کی تقریر سہل ہو یعنی اوپر جن بارہ باتوں (صنعتوں) کا ذکر ہے، انہیں وہ واضح اور موجزو مختصر عبارت میں اس طرح بیان کرے کہ وہ ذہن سے قریب ہوں، کم سے کم الفاظ میں مفہوم ادا کرنا کہ اس میں کوئی غیر ضروری چیز نہ آئے ایجاز واختصار ہے اور ان کا اخذ کرنا آسان ہو، ان میں ایک بات امتزاج بھی ہے اور وہ یہ کہ استاد مصنف کی عبارت کو اپنی عبارت کے ساتھ اس طرح ملائے کہ دونوں عبارتیں مل کر باہم مربوط وہم آہنگ ہو جائیں۔

جب ایک عالم مذکورہ بالا پندرہ باتوں پر عمل کرے گا، تو وہ درس وتدریس اور کتاب کی شرح و تفسیر میں کامل ہو جائے گا، شفیق استاذ کو چاہئے کہ اولاً وہ اپنے شاگردوں کو ان امور سے اجمالی طور پر مطلع کرے، ثانیاً جب وہ شرح وبیان کے دوران ان امور سے گزریں تو وہ انہیں بتائے کہ یہاں شارح کا مطلب یہ ہے اور وہاں اس کا مطلب یہ تھا، ثالثاً شفیق استاذ شاگردوں کو بتائے کہ وہ کتاب کے مطالعہ میں ان امور کو پیش نظر رکھیں اور ان میدانوں میں اپنی فکر کو جولاں کریں، رابعاً شاگرد کے مطالعہ کا اپنے مطالعہ سے مقابلہ کرے اور شاگرد سے جو غلطی ہو تو اسے اس طرح اس پر متنبہ کرے کہ یہ اس کے ذہن پر واضح ہو جائے اور وہ آئندہ غلطی کرنے میں احتیاط برتے، خامساً استاذ شاگرد کو کسی کتاب کی شرح یا اس پر حاشیہ لکھنے کو کہے اور اس طرح کی قابلیت کا امتحان لے تاکہ تربیت کا جو حق ہے اس کی تکمیل ہو سکے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ دانش مندی کے فن کا کتب معقول ومنقول اور علوم برہانیہ اور خطابیہ سب پر اطلاق ہوتا ہے، اس ضمن میں کتب منقول میں زیادہ تر ان کی عبارتوں کی تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے اور کتب معقول میں مسائل کی تحقیق کی، علوم برہانیہ میں ایک یا ایک سے زیادہ واسطوں کے مقدمات بدیہی کو بطریق برہان لوٹانے کی ضرورت ہوتی ہے اور علوم خطابیہ میں بطریق ظن، میں نے اپنے اساتذہ سے مذکورہ بالا سند کے ساتھ جو فن دانش مندی سیکھا تھا یہ اس کا خلاصہ و مغز ہے۔

☆☆☆☆☆

میں تو بس تم سے اسلام چاھتی ھوں

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے نکاح کا واقعہ عجیب ہے، یہ اپنے نکاح سے پہلے اسلام لا چکی تھیں، حضرت ابوطلحہؓ جو بعد میں ان کے شوہر ہوئے، اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، حضرت ابوطلحہؓ نے کفر کی حالت میں انہیں شادی کا پیغام دیا، اس کے جواب میں ام سلیمؓ نے ان سے فرمایا: ابوطلحہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم نے ایک ایسی لکڑی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے جو زمین سے اُگی ہے، اور اسے فلاں قبیلے کے ایک حبشی شخص نے گڑھا ہے؟ "ہاں میں جانتا ہوں" ابوطلحہ نے کہا، کیا تمہیں ایسی لکڑی کو معبود قرار دیتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ تم جیسے آدمی کا پیغام رد نہیں کیا جاسکتا، لیکن میں مسلمان ہو چکی ہوں اور تم ابھی کافر ہو، اگر تم اسلام لے آؤ تو مجھے اس کے سوا کوئی مہر نہیں چاہیے، حضرت ام سلیمؓ نے جواب دیا۔ لیکن تم تو اس مرتبے کی عورت ہو کہ یہ تمہارا مہر نہیں بن سکتا، ابوطلحہؓ نے کہا۔ پھر میرا مہر کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت ام سلیمؓ نے پوچھا: سونا چاندی! ابوطلحہؓ نے جواب دیا: لیکن مجھے نہ سونا چاہیے نہ چاندی، میں تو تم سے بس اسلام چاہتی ہوں،، حضرت ام سلیمؓ نے فرمایا: یہ سن کر حضرت ابوطلحہؓ کے دل میں اسلام گھر کر گیا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے، ابوطلحہؓ کو آتے دیکھا تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: ابوطلحہ تمہارے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ ان کی آنکھوں کے درمیان اسلام کا نور چمک رہا ہے۔ اس کے بعد ابوطلحہؓ اسلام لائے اور ام سلیمؓ ان کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

(مولانا محمد تقی عثمانی/ تراشے)

چراغ راہ

علم سے عشق اور قلبی شغف

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جو چیز زیادہ توجہ کے قابل ہے اور اس کو اس میں اصل سمجھتا ہوں وہ ہے علم کا عشق، جو ہماری پہلی نسل میں تھا، ایک لگن اور خود فراموشی کی کیفیت جو اس عہد میں تصنیفی اور تحقیقی کام کرنے والوں پر طاری رہتی تھی۔ یہ بات کسی خاص دانش گاہ یا جامعہ کو سامنے رکھ کر نہیں کہہ رہا ہوں، یہ میرا عام مطالعہ ہے، تقریباً سب جگہ یہ محسوس کیا جارہا ہے (اور یہ بدقسمتی کی بات ہے) کہ علم سے عشق جو ہمارے اسلاف میں پایا جاتا تھا، اسلاف سے مراد مسلمانوں ہی کے اسلاف نہیں بلکہ گذشتہ نسل میں پایا جاتا تھا، وہ اب بہت کم نظر آتا ہے۔

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانیؒ کی کتاب "علمائے سلف" جو انہوں نے اسی علی گڑھ میں لکھی ہے، اس کو پڑھنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ علم کا عشق اس وقت کے مصنفین اور محققین کے دلوں میں کیسا موجزن تھا اور آج اس میں کس قدر نمایاں انحطاط ہوا ہے، یہ انحطاط کیوں ہوا؟

اس کا تعلق سیاسیات، معاشیات، ادبیات اور اخلاقیات سب سے ہے، اس کے پورے اسباب کا تجربہ کرنا اس وقت نہ ضروری ہے اور نہ اس کی گنجائش ہے؛ لیکن اتنی بات آپ ضرور تسلیم کریں گے کہ علم سے عشق، شمع علم پر پروانگی کی کیفیت، علم و تحقیق کا ایسا جنون کہ کھانے پینے کپڑے کا ہوش نہ رہے، آج مفقود بلکہ معدوم نظر آتا ہے، علماء سلف کے واقعات کو چھوڑ دیجئے اسی علی گڑھ میں جو علماء پیدا ہوئے، مولانا لطف اللہ علی گڑھی ان کے اس عشق کو دیکھئے اور اس کو بھی آپ چھوڑ دیجئے۔ اس وقت کے مغربی مصنفین کے یہاں "لین" Lane جس کا عربی لغت انگریزی دانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عربی ادب کے ان فضلاء کے لئے بھی قابل استفادہ ہے، جو تفصیلات میں جانا چاہتے ہیں اور وہ مواد یکجا دیکھنا چاہتے ہیں جو بعض اوقات بہت سے عربی لغتوں میں بھی نہیں ملتا، میں نے سنا ہے کہ قاہرہ میں جب وہ اس لغت کا کچھ حصہ تیار کر رہا تھا تو مہینوں گذر گئے وہ کہیں نہیں گیا، اس کو پتہ نہیں تھا کہ بازار کہاں ہے؟ بازاروں میں جانے اور اہرام مصر جیسے عجائبات عالم کو دیکھنے کی فرصت نہ تھی۔

اس کو آپ بدمذاقی یا مردہ دلی پر محمول کر سکتے ہیں؛ لیکن واقعہ ہے، بہت سی لازوال اور لافانی تصانیف کی تاریخ اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان کے مصنفین پر خود فراموشی کا عالم طاری تھا۔ یہ وہ چیز تھی جس نے مغرب ومشرق کے مصنفین کے قلم سے وہ زندہ جاوید تصانیف اور ایسی تحقیقات نکلوائیں جن سے اختلاف کے باوجود ان کی علمی قدر وقیمت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

ماضی قریب کی علمی شخصیتیں

میرا روئے سخن خالص اپنے ان دوستوں سے ہے، جو لکھنے پڑھنے کا کام کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ مولانا شبلیؒ نے "کتب خانہ اسکندریہ" پر قلم اٹھانے کی ضرورت محسوس کی، ایک زمانہ تھا جب ہندوستان میں مشترک دانشگاہوں میں پڑھنے والے مسلمان طلباء کو چڑھانے کے لئے صرف یہ کہنا کافی تھا: اچھا آپ اس نسل، اس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں جس کے خلیفہ نے اسکندریہ کا کتب خانہ جلوادیا، ابھی وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے وہ زمانہ پایا ہے، وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ منہ چھپاتے تھے، بلکہ منہ چراتے تھے اور آنکھیں نہیں ملا سکتے تھے کہ اس کا کیا جواب دیں، ایک چلی ہوئی کہانی تھی کہ حضرت عمرؓ کو لکھا گیا کہ یہاں ایک کتب خانہ ہے، جو ظہور اسلام سے پہلے کا ہے اور اس میں فلاسفہ کی اور منطقیوں کی کتابیں ہیں تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ قرآن کے مطابق ہیں تو اس کی ضرورت نہیں اگر خلاف ہیں تو اس کو آگ لگا دینی چاہئے چنانچہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ قرآن کے خلاف ہیں اور بغیر پڑھے کتب خانے کو آگ لگا دی۔

یہ ایک کہانی تھی جس کو ٹائن بی Toynbee جیسا مورخ تک دہراتا ہے، ٹائن بی Toynbee نے جب رسم الخط کی تبدیلی اور کمال اتاترک کی اصلاح پر تبصرہ کیا، تو اس نے کہا اب کتب خانہ اسکندریہ کو جلانے کی ضرورت نہیں، صرف رسم الخط بدل دینا کافی ہے، علامہ شبلی نعمانیؒ نے اس پر قلم اٹھایا اور اس افسانہ کو آخری طور پر ختم کر دیا، اب کسی پڑھے لکھے کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ یہ کہے کہ کتب خانہ اسکندریہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے حکم سے جلایا گیا۔ انہوں نے قدیم مورخین کی شہادتوں سے ثابت کر دکھایا کہ کتب خانہ اسکندریہ حضرت عمرؓ کی خلافت سے پہلے ہی جل چکا تھا، اس کا کہیں وجود ہی باقی نہیں تھا، مثلاً انہوں نے "جزیہ" کے مسئلہ پر قلم اٹھایا تو اس بحث ہی کو ختم کر دیا، یا انہوں نے "شعر العجم" لکھی تو اہل ذوق اور فارسی دانوں سے اپنا لوہا منوالیا۔ پروفیسر براؤن Prof Brown (جن کی کتاب لٹریری

ہسٹری آف پرشیا" اپنے موضوع پر Gospel کا درجہ رکھتی ہے اور دنیا کی اکثر یونیورسٹیوں کے کورس میں داخل تھی، ۔۔۔ نے کہا کہ مجھے اب اردو سیکھنے کی تمنا پیدا ہوتی ہے تو اس لئے کہ میں براہ راست "شعر العجم" کا مطالعہ کرسکوں، یہ سب اس علمی شغف اور علمی استغراق کا نتیجہ تھا جو ان لوگوں پر طاری تھا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ جن کا اصل موضوع قرآن مجید، سیرت نبویؐ اور تاریخ اسلام تھا، انہوں نے "عمر خیام" پر ایک ایسی کتاب لکھی جس کی داد فضلائے ایران نے بھی دی، اسی طرح ان کی کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" محنت وکاوش اور ریسرچ کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

میں اس موقع پر "نزھۃ الخواطر" کا بھی ذکر کروں گا جو میرے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحیؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کی تصنیف ہے اور عربی میں آٹھ ضخیم جلدوں میں مکمل ہوئی، اس میں ہندوستان کے ساڑھے چار ہزار مشاہیر اور اہل کمال کے تذکرے ہیں، انہوں نے بیسویں صدی کے آغاز میں اس کام کا بیڑہ اٹھایا جب عربی مطالعہ کا رواج اور اشاعت کی سہولتیں نہیں تھیں، تقریباً پچیس (۲۵) سال وہ اس کام میں مشغول رہے، اس وقت یورپ میں بھی یہ کتاب ہندوستانی علماء وفضلاء کے حالات معلوم کرنے کا سب سے بڑا مأخذ ہے، اسی طرح ان کی دوسری کتاب "الثقافة الاسلامية في الهند" جو ہندوستان میں علوم اسلامیہ اور نصاب درس کی تاریخ اور ہندوستانی علماء کی تصنیفات کی مکمل ڈائرکٹری ہے، اس کتاب کو دمشق کی رائل اکیڈمی "المجمع العلمي العربي" نے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا، میں نے وہاں کی علمی مجلسوں میں بڑے بڑے فضلاء کو اس کی تعریف اور مصنف کی محنت کا اعتراف کرتے ہوئے پایا۔

علم محنت بھی ہے اور انعام بھی

ایک آدمی اس وقت وہ کام کرتا تھا جو ایک اکیڈمی اس وقت انجام نہیں دیتی، یہ سب ایک آدمی کی محنت کا نمود، ایک آدمی کی محنت کا کرشمہ اور ایک آدمی کے علم سے عشق کا نتیجہ ہے، آج اکیڈمیاں، بڑے بڑے ادارے اور شعبے موجود ہیں؛ لیکن سالہا سال میں وہ کوئی ایسی پیش کش نہیں کرپاتے جس کو دیکھ کر اس علم کے ماہر یہ کہیں کہ ہاں! یہ اوریجنل (Original) چیز ہے۔

بعض کتابیں دیکھ کر غالب کا وہ مصرع پڑھنا پڑتا ہے ع

اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

محنت کے معیار کو بڑھانے کی ضرورت ہے، علم محنت بھی ہے، انعام بھی ہے، پیاس بھی ہے، پانی بھی ہے، غذا بھی ہے، جب تک اپنے فن سے اپنا تعلق نہ ہو کہ آدمی کو کتاب لکھنے پر اتنی خوشی ہو کہ وہ کہے اب مجھے اس ڈپارٹمنٹ کا چیئرمین بنایا جائے یا نہ بنایا جائے میں نے اپنا کام کردیا، میری محنت وصول ہوگئی۔

آج کے فضلاء اپنی کتاب اور تحقیق مکمل نہیں کرتے کہ وہ اس انعام کے متوقع ہوجاتے ہیں، سب کی نگاہیں عہدے اور منصب کی ترقی، شہرت وناموری اور تنخواہوں کی بیشی پر لگی ہوئی ہیں، اور ان کی ذہانت توجہ کا بڑا حصہ اسی مقصد پر صرف ہوتا ہے، آپ بہت سے ISMS سے واقف ہیں، ایک نئے ISM کا اضافہ کرلیجیے جو ہماری دانش گاہوں اور تعلیمی مرکزوں میں تیزی سے پھیل رہا ہے اور وہ ہے Careerism کیریریزم یعنی Carear کو بہتر بنانا اور تقرب اور علم کے ذریعہ جاہ طلبی۔

دلچسپی اور شغف عارضی نہ ہو

دوسری چیز یہ کہ یہ دلچسپی اور شغف عارضی نہ ہو مثلاً کسی سیمنار کے لئے ہم کسی موضوع کو اپنے اوپر تھوڑی دیر کیلئے طاری کرلیں، پھر اس کے بعد جیسے جگالی کی جاتی ہے، پڑھ کر ہم اس کو اگل دیں اور نہ ہمیں اس موضوع سے محبت ہو اور نہ وفاداری ہو، نہ فکر ہو، کہ اس سلسلے میں کیا ہوا، نہ اس میں اضافہ کرنے کا شوق ہو، اس موقع پر اقبال سے مدد لیتا ہوں، انہوں نے اس حقیقت کو خوب بیان کیا ہے کہ۔

مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شرر کیا

علم اور تحقیق بھی ایک ہنر ہے اور اس ہنر کو زندگی بھر کا ساتھ دینا چاہئے، اس میں مقصدیت پیدا ہونی چاہئے، وہ مثل شرر نہیں کہ بھڑکا اور بجھ گیا۔

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆حضرت سید احمد شہیدؒ کے رفیق مولانا سید جعفر علی نقویؒ کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والے حاجی سید محمد منیر کا ۹۰ سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد ۵؍ستمبر ۲۰۱۲ء کو بعد نماز فجر اپنے آبائی وطن مجھوامیر میں انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ مولانا مفتی محمد عبید اللہ اسعدی نے پڑھائی، مرحوم ۱۹۶۵ء میں تکیہ کلاں رائے بریلی جاکر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بیعت ہوئے تھے حضرت مولانا کی وفات کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے تجدید بیعت کرلی تھی۔

☆ابھی حاجی محمد منیر کے انتقال کو ایک ماہ کا عرصہ بھی نہیں گذرا تھا کہ ۳۰؍ستمبر کو ان کی اہلیہ کا بھی مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ بعد نماز فجر احاطہ دارالعلوم میں مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے پڑھائی، تدفین مجھوامیر ضلع بستی میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ دونوں کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے، قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

حج کی فرضیت، فضائل اور طریقہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

حج کی فرضیت

حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے، جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ، اسی طرح حج، اس کی فرضیت قرآن شریف، حدیث شریف، اجماع اور عقل ہر طرح سے ثابت ہے، اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے، ہر اس شخص پر جو آزاد، عاقل، بالغ، تندرست ہو اور اس کے پاس اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اتنا زائد ہو کہ اس سے مکہ مکرمہ جانے آنے اور دوران سفر کے اخراجات پورے ہوسکیں، عمر میں ایک بار فرض ہوتا ہے جس کی ادائیگی زندگی بھر میں ضروری ہوتی ہے، حج کی استطاعت کے ہونے کی صورت میں بھی حج نہ کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت برا قرار دیا گیا ہے اور اس پر بڑی وعید آئی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾. [آل عمران/۹۷] (اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو کوئی پاوے اس تک راہ اور جس نے کفر وانکار کیا تو اللہ غنی و مستغنی ہے تمام جہاں کے لوگوں سے)۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو، اس کو جلدی کرنا چاہئے"۔ اور فرمایا: "جس شخص کو کسی ضروری حاجت یا مرض شدید یا ظالم بادشاہ نے نہیں روکا اور وہ بلا حج مرگیا تو اس کی مرضی جو چاہے کرے، یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر"۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حج کا نہ کرنا کفر کی طرح کی بات ہے اور حدیث شریف سے کھلا ہوا اشارہ مل رہا ہے کہ حج کا نہ کرنا گویا اسلام سے رشتہ ناطہ توڑ دینا یا اسلام سے بے تعلقی کے مرادف ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرمودات کے بعد کسی مسلمان کے لیے حج ترک کرنے یا اس کی ادائیگی میں سستی وکوتاہی کرنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟! بہت ڈرنے کی بات ہے، حج کی استطاعت ہوتے ہی کسی بھی مسلمان کے لیے زیبا نہیں کہ اس کی ادائیگی میں تاخیر کرے کیونکہ خدانخواستہ اگر حج نہ کرسکا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کتنا افسوس ناک مقام ہوگا۔

حج کے فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے حج کیا اور اس میں جماع، فحش باتوں اور گناہوں سے بچا رہا تو وہ ایسا پاک ہوکر لوٹتا ہے جیسا کہ وہ پیدا ہونے کے وقت بے گناہ تھا"۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو حاجی سوار ہوکر حج کرتا ہے، اس کی سواری کے ہر قدم پر ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو پیدل حج کرتا ہے اس کے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم کی نیکیوں میں سے لکھی جاتی ہیں"۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ: "حج میں خرچ کرنے کا ثواب جہاد میں خرچ کرنے کے ثواب کے برابر ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو دونوں عمروں کے درمیان ہوں اور حج مبرور کی جزا صرف جنت ہے"۔

عمرہ وحج کا فرق

عمرہ چھوٹا حج ہے، اس لیے اس کو حج اصغر بھی کہا جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں حج کو حج اکبر سے تعبیر کیا جاتا ہے، عمرہ اور حج میں فرق یہ ہے کہ حج میں جتنی شرطیں ہیں اور وہ جتنی تفصیل سے ضروری ہیں، اتنی عمرہ میں نہیں ہیں، عمرہ سال کے کسی بھی حصہ میں ہوسکتا ہے، سوائے صرف ان چار پانچ دنوں کے جن میں حج کا وقت مقرر کیا گیا ہے، لیکن حج صرف اپنے مقررہ دنوں میں کیا جاسکتا ہے، عمرہ میں منیٰ، مزدلفہ، عرفات جانے اور وہاں کے شعائر ادا کرنے کی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے، اس میں صرف طواف اور سعی کافی قرار دی گئی ہے جب کہ حج میں ان مذکورہ جگہوں پر بھی جانا اور وہاں کے شعائر ادا کرنا ضروری ہے اور عرفات کی حاضری کے بغیر تو حج ہوتا ہی نہیں۔

حج مبرور

حج مبرور ہے وہ حج ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہو، علماء کہتے ہیں کہ اللہ کے یہاں مقبول حج ہی کا نام حج مبرور ہے، بعض کہتے ہیں کہ جس میں نام و نمود اور دکھاوا نہ ہو وہ حج مبرور ہے، بہر حال حج کی جو بہترین اور اعلیٰ قسم ہو سکتی ہے وہ حج مبرور ہے، ہر مسلمان کو دعا اور کوشش کرنی چاہیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ حج مبرور کی سعادت عطا فرمائے، آمین۔

حج کی ادائیگی صحیح ہے؟

۱-صحیح یہ ہے کہ جب حج کے شرائط پائے جائیں تو بلا تاخیر حج کرنا چاہیے۔ دوسرے سال پر اٹھا رکھنا اچھا نہیں ہے۔

۲-ناجائز مال سے حج کرنا حرام ہے۔

۳-کسی کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج ہوں یا کسی کا قرضہ اس کے ذمہ ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو یا کسی کی ضمانت ہو تو ان سب صورتوں میں ماں باپ سے یا قرض خواہ سے یا جس سے ضمانت کی ہو، اس سے اجازت طلب کرنا ضروری ہے، بلا اجازت حج کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن جس کے ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج نہ ہوں اس کو اجازت لینا ضروری نہیں ہے، لے لے تو اچھا ہے۔

۴-عورت حج میں جائے تو ضروری ہے کہ ساتھ میں شوہر یا محرم یا کوئی ایسا آدمی ہو جس سے اس کا نکاح درست نہ ہو، جیسے باپ، چچا، بھائی، بیٹا یا دودھ شریک بھائی یا سسر وغیرہ، ایسے ساتھ کے بغیر عورت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے، اگر کرے گی تو گنہ گار ہوگی۔

حج بدل

جو ذی حیثیت مسلمان اس درجہ معذور ہو گیا ہے کہ اب خود حج ادا نہ کر سکتا ہو، یا اس کا انتقال ہو گیا ہو اور اس کی اولاد اس کی طرف سے نفلی حج ادا کرانا چاہے تو اس کے لیے حج بدل کی صورت ممکن ہے، اس کے لیے کسی ایسے مسلمان کو جو خود اپنا حج کر چکا ہو، اس ذی حیثیت شخص کے وطن سے حرمین شریفین تک، پھر واپس اس کے وطن تک کے قیام و طعام و سفر کے تمام ضروری اخراجات دے کر حج کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔

حج بدل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل کر رہا ہو اس کی نیت سے اس طرح حج کرے جیسا اپنا حج کرتا، اس کے دیے ہوئے مصارف کو صرف مقصد سفر اور اس کے ضروری متعلقات میں ہی خرچ کرے، اپنی ذاتی ضروریات میں صرف نہ کرے، کھانے پینے نیز قیام کے مصارف بھی حج بدل کے مصارف میں شمار کیے جائیں گے، اگر حج بدل میں بھیجنے والا اجازت و اختیار دیدے کہ وہ اپنی مرضی سے آزادانہ طریقہ پر خرچ کر سکتا ہے تو پھر اس کے لیے جائز ہے۔

جن لوگوں نے اپنا حج پہلے کبھی نہ کیا ہو تو ان کو بھی حج بدل میں بھیجا جا سکتا ہے، اس کی کچھ شرطیں اور تفصیل ہے، ایسا کرنے والے کو مفتی سے معلوم کر لینا چاہیے۔

حج شروع کرنے سے قبل کرنے کے کام

حج سے پہلے تمام گناہوں سے اس طرح توبہ کرنی چاہیے کہ اپنے کیے پر دل سے نادم و شرمندہ ہو اور خدا سے اس کی معافی چاہے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم بالجزم کرے، اگر حقوق اللہ (نماز، روزہ) قضا کیے ہیں تو ان کی قضا کرے، کسی آدمی کا کوئی مالی حق اس کے ذمہ ہو تو اس کو ادا کرے یا معاف کرائے اور اگر گالی دی ہے یا مارا ہے یا غیبت کی ہے تو اس کو بھی صاحب حق سے معاف کرائے، اپنا حق معاف کرانے اور اپنے رشتہ داروں یا دوستوں سے رخصت ہونے اور ان سے دعا کی درخواست کرنے کے لیے خود ان کے گھر جائے اور جب حاجی حج سے واپس آئے تو وہ لوگ اس سے ملنے اور دعا کرانے آئیں۔

حج کا احرام

اگر آپ قران یا افراد کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ پہونچے ہیں، تو آپ کا احرام برابر قائم رہے گا اور آپ کو اب حج کے لئے کوئی نیا احرام باندھنا نہ ہوگا، اپنے اسی بندھے ہوئے احرام پر آپ حج کریں گے، لیکن اگر آپ تمتع کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئے تھے تو آپ عمرہ پورا کر کے احرام کھول دیں گے اور آٹھویں تاریخ کی صبح کے وقت آپ کو حج کا احرام باندھنا ہوگا، اس کا طریقہ اور نیت اسی طرح کرنا ہوتی ہے جیسی تمتع کی صورت میں کہ عمرہ کے احرام میں آپ منیٰ روانہ ہونے کے دن آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھیں گے اگر فجر کی نماز کے بعد دن نکلنے سے پہلے باندھنا ہو تو احرام کی نفل نماز پڑھے بغیر باندھ لیجیے اور اگر دن نکلنے کے بعد باندھنا ہو تو دو رکعت نفل پڑھ کر باندھیے، نماز سے قبل احرام کی ایک چادر لنگی کی طرح باندھیے اور ایک

چادر اوڑھ لیجیے، سلام پھیرنے پر فوراً حج کی نیت کیجیے اور ساتھ ہی تین دفعہ لبیک پڑھیے: "لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک و لاشریک لک"۔ اس کے بعد جو جی چاہے دعا کیجیے۔

منیٰ روانگی

حتی الامکان کوشش کیجیے کہ آپ کا معلم سویرے ہی آپ کو روانہ کر دے، منیٰ مکہ سے تقریباً تین میل ہے، عموماً لوگ موٹر سے جاتے ہیں طاقت ہو اور کوئی رکاوٹ نہ ہو تو پیدل بھی بہ آسانی جا سکتے ہیں، آج منیٰ پہنچ کر کوئی خاص کام نہیں کرنا ہے، بلکہ صرف وہاں رہنا ہے، یہ سنت ہے، وہاں آٹھویں کا دن اور آٹھویں نویں کی درمیانی رات گزاری جائے، پانچ نمازیں (آٹھویں کی ظہر، عصر، مغرب، عشا اور نویں کی فجر) منیٰ میں پڑھی جائیں، لیکن بے کار رہنا مناسب نہیں، ذکر اور تلاوت میں وقت گزارنا چاہیے۔

عرفات روانگی

نویں کو سورج نکلنے کے بعد عرفات کے لیے روانہ ہونا ہے، عرفات منیٰ سے ۱۵ کیلومیٹر ہے، لوگ پیدل بھی جاتے ہیں، لیکن تکان کا اندیشہ ہو تو پیدل جانا ٹھیک نہیں ہے، موٹر سے جانا چاہیے، حج کی اس سب نقل و حرکت میں لبیک پڑھنے کا اہتمام رکھنا چاہیے، عرفات پہنچ کر زوال کے پہلے جی چاہے تو آرام کر لیجیے اور کھانے وغیرہ کی ضرورت سے فارغ ہو جایئے زوال ہوتے ہی وضو کر لیجیے، غسل کرنا مستحب ہے ضروری نہیں ہے، وضو کے بعد اگر کوئی بڑی دشواری نہ ہو تو مسجد نمرہ میں پہنچ جانا چاہیے، امام کی اقتدا میں پہلے ظہر پھر اسی سے متصل عصر کی نماز پڑھنا ہوگا اور اگر آپ کا مکہ مکرمہ میں قیام پندرہ روز سے کم ہو تو آپ امام کے ساتھ قصر کر سکتے ہیں، بشرطیکہ امام مسافر ہو اور اگر امام مسافر نہ ہو اور قصر کرے تو خود چاہے مسافر ہو یا مقیم امام کی اقتدا میں نہ پڑھیے بلکہ دونوں نمازوں کو الگ الگ ان کے خاص وقتوں میں چاہے اکیلے یا جماعت کے ساتھ پڑھیے، ظہر پڑھنے کے بعد کوشش کیجیے کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو، شام تک پورا وقت دعا و استغفار میں، الحاح وزاری اور رونے گڑگڑانے میں صرف کیجیے، ظہر کے بعد فوراً امام کے ساتھ جبل رحمت کے قریب وقوف کے لیے جانا اور دھوپ میں ہی قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا کرنا افضل ہے، مگر دھوپ میں کھڑے ہونے سے ضرر یا تکلیف ہو تو جبل رحمت ہی کے قریب سایہ میں یا اپنے خیمہ ہی میں دعا وغیرہ کرتے رہیے، جب دھوپ کی تیزی کم ہو تو لبیک لبیک پکارتے ہوئے جبل رحمت کے پاس جایئے، جبل رحمت عرفات میں وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں وقوف (قیام) فرمایا تھا، یہاں خوب رو رو کر دعائیں کیجیے اور اگر ضرر کے اندیشہ یا کمزوری کی وجہ سے اپنے خیمہ ہی میں رہ گئے اور بیٹھے ہی بیٹھے دعا و استغفار کرتے رہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، کھڑے ہو کر وقوف کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے، اور اگر جبل رحمت تک جانے میں گم ہونے، دھوپ کی شدت سے بیمار ہونے یا ہجوم میں دلجمعی کے ساتھ دعا نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو یہی اچھا ہے کہ خیمہ ہی میں پورا وقت جی لگا کر دعا و استغفار اور درمیان درمیان میں لبیک پڑھنے میں گزار دیجیے، دوسری کتابوں میں نیز ان چھوٹے چھوٹے جیبی رسالوں میں جو حاجیوں کو مفت مل جاتے ہیں، لمبی لمبی دعائیں لکھی ہیں، لیکن اگر اتنا بھی کر لیں کہ قبلہ رو کھڑے ہو کر سو بار "لاالٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر"، پھر سو بار ﴿قل ھو اللّٰہ احد﴾، پھر سو بار نماز میں جو درود پڑھی جاتی ہے، پڑھ کر اپنے اور متعلقین اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرتے رہیں تو کافی ہے، کسی سے اتنا بھی نہ ہو سکے تو برابر "لاالٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ"۔ آخر تک اور ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ پڑھتا رہے اور جو بن پڑے دعا کرے، آج ہی کا دن اس سارے سفر کا حاصل اور لب لباب ہے، اس کی قدر پہچاننا چاہیے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرنا چاہیے۔

مزدلفہ روانگی

آفتاب ڈوبنے کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ روانہ ہو جائے، مزدلفہ عرفات سے چھ میل ہے، وہاں پہنچ کر مغرب اور عشا ایک ساتھ عشاء کے وقت میں پڑھے، آج اس جگہ دونوں نمازوں کا جمع کرنا واجب ہے، یہ رات بڑی مبارک ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ حاجیوں کے حق میں یہ رات شب قدر سے بڑھ کر ہے، اس لیے جس قدر شب بیداری، ذکر و دعا، توبہ و استغفار، تلاوت و درود کا ورد کر سکیں، کیجیے، اچھا یہ

ہے کہ مغرب وعشاء سے فارغ ہوکر کچھ دیر ذکر ودعا وغیرہ کرکے سوجائیے اور بہت سویرے جاگ کر تہجد پڑھیے اور برابر تلاوت اور ذکر ودعا میں مشغول رہیے، اس کے بعد آج یہ افضل ہے کہ فجر کی نماز صبح صادق ہونے کے بعد خوب اندھیرے میں پڑھیے، پڑھ کر جبل قزح پر یا اس کے آس پاس آکر وقوف کیجیے، اس وقوف میں بھی درود شریف، تکبیر وتہلیل، استغفار، تلبیہ اور اذکار کی کثرت کیجیے اور اگر کوئی بتانے والا نہ ہو یا قوت نہ ہو تو جہاں قیام ہے وہیں مشغول رہیے۔

منیٰ واپسی

جب سورج نکلنے میں بقدر دو رکعت نماز پڑھنے کے یعنی تقریباً ۲۰ منٹ رہ جائے تو منیٰ کے لیے روانہ ہوجائیے، چونکہ حجاج کی کثرت کی وجہ سے معلمین کو بروقت موٹریں روانہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے، اس لیے عام طور پر حاجیوں کو مزدلفہ سے نکلنے میں بہت دیر ہوجاتی ہے اور دن خاص نکل آتا ہے، یہ مجبوری کی صورت ہے، بہرحال کوشش ہونا چاہیے کہ حتی الوسع تاخیر نہ ہو، روانہ ہونے سے قبل اچھا یہ ہے کہ مزدلفہ ہی سے جمرات کو مارنے کے لیے کنکریاں لے لی جائیں، منیٰ پہونچنے پر اب حاجی کا قیام کم از کم تین روز تک یہیں رہے گا، صرف طواف کے لیے ایک بار مکہ جانا ہوگا، منیٰ میں قیام کے یہ دن "ایام معلومات" کہلاتے ہیں، ان میں حاجی کو روزانہ جمرات پر کنکریاں مارنا ہوتی ہیں اور پہلے ہی روز قربانی کے بعد بال بنوا کر احرام کھول دینا، پھر مکہ جاکر فرض طواف جو کہ طواف زیارت کہلاتا ہے، ادا کرنا ہوتا ہے، دسویں تاریخ کو پہلے دن اگر نہ کرسکے تو گیارھویں، بارھویں تک بھی گنجائش ہے۔

دسویں تاریخ کے کام

منیٰ میں پہونچ کر پہلا کام یہ کیجیے کہ جمرۂ عقبہ (کنکری مارنے کی آخری جگہ) جس کو عوام بڑا شیطان کہتے ہیں، سات کنکریاں ماریے، اس کے بعد قربانی کرکے بال منڈوالیجیے یا کتروا لیجیے، اب آپ احرام سے باہر ہوگئے۔

۱-جمرہ عقبہ کو پہلی کنکری مارنے کے ساتھ لبیک کہنا موقوف ہوجائے گا، اس کے بعد لبیک نہ کہیے، کنکری مارتے وقت موقوف ہوجائے گا، کنکری مارتے وقت یہ دعا پڑھیے:

"بسم اللّٰہ اللّٰہ أکبر رغماً للشیطان ورضی للرحمن، اللّٰھم اجعلہ حجاً مبروراً وذنباً مغفوراً وسعیاً مشکوراً" - یہ یاد نہ ہو تو کوئی دوسرا ہی ذکر کیجیے۔

۲-قربانی ہو تو قربانی کے بعد اپنے بال بنوانا ہوگا، بال خود اپنے ہاتھ سے بھی بنا سکتے ہیں، دوسرے حاجی کے بال بھی کاٹ سکتے ہیں۔

۳-اگر کسی کا حج، حج افراد ہے، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے، جس کو قربانی کرنی ہے وہ قربانی کے بعد بال بنوائے گا اور پھر اس کا احرام کھلے گا، قربانی نہ ہو تو رمی کے بعد ہی بال بنوائے جاسکتے ہیں۔

۴-دسویں تاریخ کو اگر بآسانی ممکن ہو تو منیٰ سے ایسے وقت چلے کہ طواف زیارت اور سعی سے فارغ ہوکر مسجد حرام میں باجماعت نماز ظہر پڑھے تو بہتر ہے، بعض حضرات نے اسی کو مسنون لکھا ہے، اور بعض نے واپس آکر منیٰ میں اتنی دیر ہوجاتی ہے کہ رمی اور ذبح پھر حلق سے فارغ ہوتے ہوتے موقع ہاتھ سے جاتا رہتا ہے، اس لیے جب موقع ملے اسی وقت طواف زیارت کے لئے مکہ آنا چاہیے مگر مکہ سے لوٹ کر منیٰ ہی میں رات گزارنی چاہیے۔

۵-اس طواف اور سعی کا بھی وہی طریقہ ہے جو عمرہ کے طواف میں بتایا گیا ہے، لیکن چونکہ اس میں احرام کی حالت نہ ہوگی، اس لیے اس میں اضطباع نہیں ہے اور نہ اس سعی کے بعد سر منڈوانا یا بال کتروانا ہے۔

منیٰ میں تین روز

دسویں تاریخ کو کنکری مارنے کا وقت صبح صادق سے گیارھویں کی صبح صادق تک ہے، اگر گیارھویں کو صبح صادق ہوگئی اور دسویں کی کنکری نہیں ماری تو دم واجب ہے یعنی اس کے تاوان میں قربانی کرنا ہوگی، اس دن کا مسنون وقت سورج نکلنے کے بعد سے زوال تک ہے اور زوال سے غروب تک مباح ہے اور غروب کے بعد صبح صادق تک مکروہ ہے۔

۲-دسویں کو صرف آخری جمرہ پر کنکری مارنا ہے۔

۳-گیارھویں کو تینوں جمروں پر کنکری مارنا واجب ہے، پہلے جمرۂ اولیٰ پر جو مسجد خیف کے قریب ہے، پھر وسطیٰ پر، اس کے بعد جمرۂ عقبہ پر جو آخر میں ہے۔

۴-گیارھویں کو زوال کے بعد ظہر کی نماز پڑھ کر تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارنا ہے بارھویں کو بھی ایسا ہی کرنا ہے۔

۵-گیارھویں اور بارھویں کو رمی کا وقت زوال

سے شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے رمی جائز نہیں ہے۔

۶-اگر تیرھویں کو بھی ٹھہر کر رمی کرکے واپس آتا ہے تو بہت اچھا ہے، تیرھویں کو صبح صادق سے غروب تک وقت رہتا ہے، مگر زوال کے بعد مسنون ہے، اس کے پہلے مکروہ وقت ہے۔

۷-اگر تیرھویں کو رکنا نہ ہو تو بارھویں کو غروب سے پہلے منیٰ سے نکل جانا چاہیے۔

۸-ہجوم کے خوف سے عورت کی طرف سے دوسرے کا رمی کرنا جائز نہیں ہے، اگر اس سبب سے عورت نے رمی نہیں کی تو فدیہ واجب ہے۔

۹-عورت دسویں کو سورج نکلنے سے پہلے اور گیارھویں، بارھویں کو سورج غروب ہونے کے بعد کنکری مارے تو مکروہ نہیں ہے، بلکہ عورت کو رات میں رمی کرنا افضل ہے۔

۱۰-بارھویں یا تیرھویں کو منیٰ سے مکہ آتے ہوئے محصب (جس کو آج کل معابدہ کہتے ہیں اور وہ شہر کا ایک محلہ ہے) میں تھوڑی دیر اتر کر خواہ سواری روک کر ٹھہرنا اور دعا کرنا چاہیے، اگر نہ کرسکے تو گناہ نہیں، مکہ مکرمہ لوٹنے پر حج کے ضروری اعمال پورے ہوگئے، اب صرف ایک طواف، طواف وداع باقی رہ گیا ہے جو وطن واپسی پر کرنا ہوگا۔

مکہ مکرمہ واپسی

منیٰ سے واپسی کے بعد جتنے دن مکہ معظمہ میں قیام ہو، اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور جتنا ہوسکے طواف، عمرے، نماز، روزے، صدقات اور نیک کام کرنا چاہیے، اپنے والدین واقارب کی طرف سے بھی کرے، معلوم نہیں پھر یہ موقع نصیب ہو، نہ ہو۔

حج سے واپسی

حج کے بعد جب مکہ سے وطن واپس ہونے کا ارادہ ہو تو طواف وداع واجب ہے، اس طواف میں نہ رمل ہے نہ اس کے بعد سعی، حاجی کو چاہیے طواف کے بعد دوگانہ طواف پڑھ کر، قبلہ رخ کھڑے ہوکر خوب پیٹ بھر کر کئی سانس میں آب زمزم پیئے، ہر سانس میں بیت اللہ کی طرف دیکھے، پھر ملتزم کے پاس جاکر جس طرح پہلے طواف کے بعد دیوار کعبہ سے لپٹا تھا اسی طرح لپٹے اور خوب روئے، گڑگڑائے اور بیت اللہ کی جدائی پر افسوس کرے، پھر حجر اسود کو بوسہ دے اور روتا ہوا مسجد سے نکلے اور دروازہ پر کھڑا ہوکر دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بار بار حاضری نصیب فرمائے، یاد رہے تو یہ دعا پڑھے:

"الحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ اللّٰھم ارزقنی العود بعد العود المرۃ بعد المرۃ الی بیتک الحرام واجعلنی من المقبولین عندک یا ذا الجلال والاکرام، اللّٰھم لا تجعلہ آخر العھد من بیتک الحرام وان جعلتہ آخر العھد فعوضنی عنہ الجنۃ یا أرحم الراحمین وصلی اللّٰہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ أجمعین"۔

حائضہ عورت طواف وداع نہ کرے، صرف دروازہ پر کھڑی ہوکر دعا پڑھ لے۔

☆☆☆☆☆

اعلان

علم دوست حضرات کو یہ جان کر مسرت ہوگی کہ کتب خانہ یحیوی سہارنپور نے مندرجہ ذیل جگہوں پر مکتبے قائم کیے ہیں، آپ حضرات سے درخواست ہے کہ مکتبوں کو فائدہ پہنچائیں اور مکتبوں سے فائدہ اٹھائیں، اپنے بچوں کو اسکولوں سے بچائیں اور مکتب میں بھیج کر دینی تعلیم دلوائیں، اگر دنیاوی (عصری) تعلیم پڑھانا چاہتے ہیں تو اپنے آدمیوں سے پڑھوائیں، غیروں سے نہ پڑھوائیں، غیروں کے اسکول میں دین اور ایمان خطرے میں ہے، اس لیے آپ حضرات سے درخواست ہے کہ مکتبوں میں اپنے نونہالان کو بھیج کر ان سے فائدہ اٹھائیں اور ان کو فائدہ پہنچائیں۔

(مولانا) محمد طلحہ کاندھلوی

☆ کتب خانہ یحیوی، محلہ مفتی سہارنپور، یوپی
☆ مکتبہ عبدالرحیم لمباڈہ، ہولکمب بری، لندن
☆ مکتبہ ہدایت، ہمت نگر، مرکز سابر کانٹھا، گجرات
☆ مکتبہ معہد الرشید چھپا ناوز امبیا
☆ مکتبہ فیض زکریا کیبٹ پورہ، بھوپال
☆ مکتبہ اسلام (۳۷) گوئن روڈ، لکھنؤ
☆ مکتبہ فدائے ملت لال باغ، مرادآباد یوپی
☆ مکتبہ زید محلہ مولویان، قصبہ کاندھلہ، ضلع مظفرنگر
☆ مکتبہ فیض زکریا کیبٹ پورہ، باغ مفتی صاحب، بھوپال
☆ مکتبہ حسینیہ لال دروازہ، جون پور، یوپی
☆ عارف بکڈپو، منارہ مسجد، سرائے میر، اعظم گڑھ
☆ علیگ بک ڈپو، سرسید نگر، علی گڑھ یوپی
☆ مکتبہ مدنیہ تعلیم القرآن، محلہ الٰہی بخش، گنگوہ سہارنپور، یوپی
☆ مکتبہ تحقیق واشاعت، دارالعلوم عبیدیہ، قصبہ تواری رسڑا، ضلع بلیا، یوپی

سراغ زندگی

علم مقصد ہے وسیلہ نہیں!

[۸ر جنوری ۱۹۵۱ء کو طلبائے دارالعلوم دیوبند سے مؤثر اور تاریخی خطاب]

مولانا ابوالکلام آزادؒ

حضرات! مجھے ایک عرصے کے بعد اگرچہ یہاں آنے کا موقع ملا ہے، لیکن آپ کی اس شاندار درسگاہ سے میرا تعلق نیا نہیں ہے، بلکہ بہت پرانا ہے۔ ابھی جب آپ ایڈریس پڑھ رہے تھے تو میرا ذہن بے اختیار گزرے ہوئے واقعات کی طرف جارہا تھا، ۱۹۱۲ء کی بات ہے جب مولانا عبیداللہ اور خود دیوبند سے دہلی تشریف لائے، اور یہ اہتمام کیا کہ شام کی ٹرین سے جو تقریباً سات بجے دہلی پہنچتی تھی دہلی تشریف لائے، اور جو ٹرین رات کو تقریباً ۱۲ بجے دہلی سے روانہ ہوتی تھی اس سے واپس ہوکر صبح ہی دیوبند پہنچ گئے، ڈاکٹر انصاری جو اپنے بڑے بھائی حکیم نابینا کے واسطہ سے شیخ الہندؒ

تم نے اپنے گھروں اور عزیز و اقارب کو چھوڑا اور یہاں آئے، ملک میں تعلیم کے دوسرے طریقے بھی رائج ہیں، لوگ ان کی طرف دوڑتے ہیں مگر تم نے اسکولوں اور کالجوں سے آنکھیں بند کیں تاکہ دینی علوم میں مہارت حاصل کرو، بڑا مبارک ارادہ ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جس علم کو تم سیکھ رہے ہو وہ علم وسیلہ ہے یا مقصد؟ تمہارے ذہن نے اگر اس کو نہ سمجھا تو میں متنبہ کروں گا کہ تم صحیح کام نہیں کر رہے ہو، اور قوموں نے ہمیشہ علم کو وسیلہ سمجھا ہے مگر مسلمانوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ انہوں نے علم کو وسیلہ نہیں مقصد سمجھا، ذریعہ معاش نہیں سمجھا۔

سندھیؒ دہلی میں مقیم تھے میں نے ان سے کہا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے ملنے کا موقع ملے، اگر میں دیوبند جاؤں تو مجھے اندیشہ ہے کہ میرے جانے سے وہاں کے حالات آلودہ ہوجائیں گے اور میری وجہ سے حکومت مدرسہ کی طرف سے مشکوک ہوجائے گی، مولاناؒ کو جب میرا ارادہ معلوم ہوا تو مجھ پر کمال عنایت فرمائی، سے خاص عقیدت رکھتے تھے ان کی کوٹھی پر قیام فرمایا، میں رات کو آٹھ بجے ملاقات سے شرف اندوز ہوا، چند برس قبل جب مدرسہ میں ایک خاص تقریب ہوئی جس میں یوپی کے گورنر مسٹن کو دعوت دی گئی تھی تو مجھے بھی مدعو کیا گیا، حکیم اجمل خاں اور مولانا محمد علی مرحوم کے ساتھ میں یہاں حاضر ہوا، اور مدرسہ کی مہمان نوازیوں سے فیضیاب ہوا، مگر کچھ ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ میں جلسہ میں شریک نہ ہوسکا، اس کو ۲۵ سال ہوئے، مدرسہ سے میرا جسمانی تعلق پرانا ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا مگر روحانی علاقہ اس سے بھی زیادہ پرانا ہے۔

ایڈریس میں بتایا گیا ہے کہ درس گاہ کی بنیاد خاص وقت میں ڈالی گئی، عام طور پر جب کسی مدرسہ کو بناتے ہیں تو اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ وہاں اصحاب تمول بکثرت ہوں، اور اس طرح کا ماحول ہو کہ ہر قسم کی مادی امداد ملتی رہے، مگر دیوبند ایسی آبادی نہ تھی، یہ ایک چھوٹی سی بستی ہے، یہاں نہ دولت مندوں کی آبادی ہے، نہ اس کی اور کوئی خصوصیت قابل ذکر تھی، اگر یہ دارالعلوم نہ ہوتا تو لوگ دیوبند کے نام سے بھی واقف نہ ہوتے، اس کے علاوہ جب اس مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی اس وقت ہندوستان ایک بڑے انقلاب سے گزر رہا تھا، انقلاب کے بعد خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں پر جو مصیبت آئی، اس کا لحاظ کرتے ہوئے اور ملک کی عام حالت کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل تھا کہ مسلمان اس آسمان کے نیچے اطمینان کا سانس بھی لے سکیں گے یا نہیں! صدیوں کی زندگی میں جو اجتماعی نظام قائم ہوا تھا اس کی بنیادیں منہدم ہوچکی تھیں، ۱۸۵۷ء کی خونی داستان کے بعد جس کو آج کل 'غدر' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مصائب کے جو پہاڑ ٹوٹے اس سے علمی خاندان برباد ہوگئے، ریاستیں ضبط کی گئیں، یہ واقعہ تاریخ میں یادگار رہے گا، ایسے وقت میں خدا کے چند مخلص بندوں نے اس بستی میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی، جہاں نہ اصحاب تمول رہتے تھے، نہ مادی اعانت کے کرنے والے اور جہاں فقر و فاقہ کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا محمد قاسم صاحبؒ جو حقیقتاً مدرسہ کے بانی تھے، ان کی زندگی کس طرح کٹی؟ مولانا محمود حسن صاحبؒ نے مجھ سے واقعہ بیان کیا کہ ان کو ۱۵ روپے تنخواہ ملتی تھی، ایک پیسہ زیادہ نہ لیتے تھے، نہ اس سے زائد کی کبھی انہوں نے تمنا کی، اسی میں تمام زندگی بسر کی، ۱۸۷۰ء میں جب پلونا میں روس و ترکی میں لڑائی ہوئی تو برٹش گورنمنٹ کی پالیسی یہ تھی کہ روس کے مقابلہ میں ترکی کی امداد کی جائے، ترکوں نے "ریڈ کراس" کے مقابلہ میں 'ہلال احمر' کھولی تھی، ہندوستان میں ترکوں کے لیے چندہ کیا جاتا تھا، ہر ضلع کے حکام لوگوں کو بلا کر ترغیب دیتے تھے، سہارنپور میں بھی کلکٹر نے چندہ کی تحریک کی اور لوگوں کو جمع کیا، حضرات علماء کو بھی بلایا گیا، مولانا محمد قاسمؒ بھی اس میں مدعو تھے، شیخ الہندؒ مجھ سے کہتے تھے کہ مولانا سمجھ گئے کہ ان کو اس لیے بلایا جارہا ہے کہ وہ بھی مسلمانوں سے چندہ کے لیے اپیل کریں، مولاناؒ نے فرمایا کہ میں جب تک خود نمونہ نہ پیش کروں دوسروں سے کیونکر کہوں، غریب سے غریب آدمی کے پاس بھی گھر کا کچھ نہ کچھ سامان ہوتا ہے، مولاناؒ کے یہاں بھی تانبے کے سوا دنیا کی کوئی چیز نہ تھی، جب سہارنپور تشریف لے جانے لگے تو گھر کے تمام برتن ساتھ لے لیے اور چندہ کے لیے اپیل کی تو سب سے پہلے آپ نے یہ برتن پیش کردیے۔

دراصل یہ وہ نمونہ تھا جو ہمیں صحابہؓ کی زندگی میں ملتا ہے، غزوۂ عسرت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اعانت کے لیے فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال و متاع بارگاہ رسالت میں پیش کردیا تھا، جب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "ما أبقيت لأهلك" اپنے بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو اس پیکر ایمان نے کہا تھا کہ "أبقيت لهم الله و رسوله"، یعنی اللہ اور اس کے رسول کو۔ لوگ علم و تبحر کو ڈھونڈتے ہیں، وہی چیز جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دل میں بس گئی تھی، وہی جوہر ان بزرگوں کی زندگی میں بھی تھا، حضرت ابوبکرؓ کے لیے ارشاد ہوا تھا: "لا بكثرة صومه ولا بصلوته ولكن بما وقر في قلبه" نماز، روزہ کی زیادتی کے باعث نہیں، بلکہ اس خاص جوہر کی وجہ سے ان کے دل میں جما دیا گیا تھا۔ میں آپ سے یہ عرض کروں گا کہ یہ درسگاہ جس کی بنیاد ایسے لوگوں نے ڈالی ہو وہ مستقبل میں ایک لمحہ کے لیے بھی پریشان نہیں ہوسکتی، ان بزرگوں نے محسوس کیا تھا کہ اگر مسلمانوں کی دینی زندگی کو تھامنا ہے تو اس کے لیے کوئی نئی اینٹ رکھنی چاہیے، چنانچہ اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی جو اس شاندار مدرسہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

دارالعلوم کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کے خلوص کو قبول فرمایا اور ایسی برکت دی کہ اس درسگاہ سے ۷۰ برس کے قیام میں (قیام دارالعلوم کی مدت ۸۷ سال ہے) کتنے علماء، فضلاء نکلے اس کو اگر بیان کیا جائے تو ایک ضخیم مجلد تیار ہوجائے اور پھر بھی یہ داستان ادھوری رہے گی، گزشتہ چار سال میں جو واقعات ظہور میں آئے، ان کا نتیجہ تھا کہ ملک پر مصیبت کی گھٹائیں چھا گئیں ہم نے آزاد ہندوستان کا جو نقشہ تیار کیا تھا اگر وہ باقی رہتا تو حالات یقیناً دوسرے ہوتے، مگر ملک تقسیم ہوگیا، جس کا نتیجہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کی تباہی اور بربادی کی شکل میں نمودار ہوا، لاکھوں انسانوں پر اس طرف مصیبت آئی اور لاکھوں اُس طرف مصائب سے دوچار ہوئے، مگر اب روز بروز حالات پُر امن ہوتے جارہے ہیں، آج سے ۷۰ برس یا ۸۷ برس پیشتر جس روشنی نے آپ کی رہنمائی کی تھی وہی روح آج بھی پیش نظر ہونی چاہیے۔

حضرات! کسی جماعت کی زندگی اس پر موقوف ہوتی ہے، اس کی روح اور دل کیونکر تیار کیا گیا ہے، آپ کی یہ درسگاہ دراصل ایسا کارخانہ ہے جو مسلمانوں کی روحوں کو ڈھالتا ہے، یہ کارخانہ قائم ہے تو ہمیں پریشان نہ ہونا چاہیے، اس درسگاہ کے اسلاف نے عمل کا جو نمونہ پیش کیا تھا اور جن مقاصد کو لے کر یہ درسگاہ قائم کی تھی، اگر وہ روشنی آپ کی رہنمائی کررہی ہے تو میں آپ کو یقین دلاؤں گا کہ شاندار مستقبل اس کے لیے تیار ہے۔

آپ نے ایڈریس میں بعض خاص امور کا ذکر کیا ہے اور اس کی سندوں کو تسلیم کیے جانے کے لیے توجہ دلائی ہے، یہ بالکل درست ہے، اس مدرسہ کی واقعی تعلیمی حیثیت کا اعتراف کیا جائے جس کا وہ فی الواقع مستحق ہے، میں حکومت ہند کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اس مدرسہ کی حیثیت اور اس کی عظمت سے بے خبر نہیں ہے، وہ جانتی ہے کہ یہ مدرسہ کس حیثیت کا مالک ہے اور اس کا قیام ملک کے لیے کتنا ضروری ہے، جہاں تک ممکن ہوگا حکومت اس مدرسہ کی خدمت کے لیے تیار رہے گی۔

آخر میں آپ کی محبت و اخلاص اور حسن ظن کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے آنے اور مدرسہ دیکھنے کا موقع دیا، میری خواہش ہے کہ میں پھر اپنی زندگی کے چند بہترین لمحات یہاں بسر کروں، اگر وقت ہوتا تو میں طلباء کے لیے خاص وقت نکالتا، مگر

وقت بہت کم ہے، اس کے لیے میں چاہتا ہوں کہ اسی اجتماع میں چند کلمات پیش کروں، غالباً مدرسہ کے سب طلباء یہاں موجود ہیں۔

طلبائے عزیز! کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا ہے کہ تم جو تعلیم حاصل کر رہے ہو، اس کا مقصد کیا ہے؟ یہ علم مقصود ہے یا وسیلہ؟ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ وسیلہ ہیں، اصل مطلوب نہیں، البتہ مطلوب ہیں وہ ان کے بغیر نہیں مل سکتیں، اس لیے وسیلہ بھی مطلوب ہو جائے گا، مثلاً سکہ چاندی سونے کا چلتا ہے، دولت کمانے کا یہی ذریعہ ہے، مگر ہماری زندگی کی ضرورتوں میں یہ سونا چاندی کس کام آتا ہے، اگر پیاس لگی ہو تو کیا چاندی سے بجھ جائے گی؟ بھوک میں کیا سونا بھوک بجھا دے گا؟ مگر جب تک یہ سامان نہ ہو کھانے پینے کی چیزیں مجھے نہیں مل سکتیں اس لیے چاندی سونے کا مسئلہ بھی ضروری ہو گیا ہے، گورنمنٹ نے کرنسی نوٹ چلائے ہیں، کاغذ کا پرچہ ایک چھدام کا بھی نہیں ہے، مگر گورنمنٹ نے اس پر چھاپ دیا ہے ایک ہزار روپے، اب یہ وسیلہ ہے، اسی کاغذ کے ذریعہ روپیہ اور اشرفیاں مل جاتی ہیں، یہ کاغذ وسیلہ ہو گیا ہے ایک ہزار روپے کے وصول کرنے کا، اب لوگ ہزار روپے کی اشرفیاں یا چاندی کے سکے نہیں رکھتے، بلکہ کاغذ کا یہ پرزہ رکھ لیتے ہیں، جو چیزیں وسائل کا حکم رکھتی ہیں ان میں استقرار ضروری نہیں ہے، لیکن جو چیزیں مقاصد میں داخل ہیں، ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی، بھوک میں غذا مقصد ہے، وسیلہ اس کو بدل نہیں سکتا۔

تم نے اپنے گھروں اور عزیز و اقارب کو چھوڑا اور یہاں آئے، ملک میں تعلیم کے دوسرے طریقے بھی رائج ہیں، لوگ ان کی طرف دوڑتے ہیں مگر تم نے اسکولوں اور کالجوں سے آنکھیں بند کیں تاکہ دینی علوم میں مہارت حاصل کرو، بڑا مبارک ارادہ ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جس علم کو تم سیکھ رہے ہو وہ علم وسیلہ ہے یا مقصد؟ تمہارے ذہن نے اگر اس کو نہ سمجھا تو میں متنبہ کروں گا کہ تم صحیح کام نہیں کر رہے ہو، اور قوموں نے ہمیشہ علم کو وسیلہ سمجھا ہے مگر مسلمانوں کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے علم کو وسیلہ نہیں مقصد سمجھا، ذریعہ معاش نہیں سمجھا۔ ہندوستان میں ۲۴ یونیورسٹیاں ہیں، کالج ہیں اور لاکھوں اسکول ہیں، جن کا دامن دیہات تک پھیلا ہوا ہے، ان میں جو تعلیم ہوتی ہے، اس کو وسیلہ سمجھا جاتا ہے مقصد نہیں سمجھا جاتا، ان میں صرف اس لیے تعلیم حاصل کی جاتی ہے کہ سرکاری ملازمتیں مل سکیں اور اونچے عہدے حاصل کیے جا سکیں، جو شخص وہاں جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ جب تک یہاں کی ڈگری موجود نہ ہو وہ معاش حاصل نہیں کر سکتا، مگر میں تمہیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جس علم کی خاطر تم زانوئے ادب تہہ کر رہے ہو وہ علم مقصد ہے؟ وسیلہ نہیں ہے؟ اس کو کسی وسیلہ کے لیے حاصل نہیں کیا جاتا، بلکہ اس لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ اس کا حصول فرض ہے، مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو علم کے لیے سیکھا ہے، وسیلہ کے لیے نہیں، انھوں نے کبھی علم کو اس لیے حاصل نہیں کیا کہ اس کے ذریعہ معیشت حاصل کریں، مسلمانوں نے ذریعہ معیشت کسی اور چیز کو بنایا، جنھوں نے علم کے افسانے سنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جنھوں نے علم وفقہ مدون کیا، جس پر کروڑوں مسلمان عمل کرتے ہیں وہ پارچہ فروش تھے انھوں نے اپنے وسیع علم کو ذریعہ معیشت نہیں بنایا، معروف کرخیؒ موچی تھے، آج ہم اس پیشہ کو سننے کو بھی تیار نہیں ہیں، وہ کرخ میں نکل جاتے، بازار میں بیٹھتے، راہ چلتے آدمیوں کے جوتے سیتے اور اس کی اجرت سے گزر بسر کرتے، شمس الائمہ کا نام ہی حلوائی پڑ گیا تھا اور اتنا بڑا عالم اپنا ذریعہ معیشت حلوہ فروشی بنائے ہوئے تھے۔

اسی طرح اسلام کے مشہور علماء نے علم دین کے چشمے بہائے مگر کبھی علم دین کو ذریعہ معیشت نہیں بنایا، وہ علم کو علم کے لیے حاصل کرتے تھے، زخارف دنیوی کے لئے نہیں، ان کے نزدیک یہ گناہ تھا کہ علم کو دنیا کے لیے حاصل کیا جائے، وہ تشنگان علم کو علم کی روشنی سے سیراب کرنا ہی اپنا دینی فریضہ سمجھتے تھے، یہ ہمارے علماء کا خاص شیوہ رہا ہے کہ دین کی خدمت، علوم دینیہ کی اشاعت کو انھوں نے اپنا فریضہ سمجھا ہے، انھوں نے اس کے لیے خرید و فروخت کا بازار گرم نہیں کیا، اس حقیقت کو اگر تم نے سمجھ لیا تو اپنی زندگی کی تاریخ ڈھال لی۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں علم دین کی توفیق دی ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کی صدا ہر شخص کے کانوں تک پہنچا دو، کچھ دنوں کے بعد تم تعلیم کے مرحلوں کو طے کر کے فراغت حاصل کرو گے، اور ایک عالم دین کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش ہو گے، اس وقت تمہارے سامنے بھی یہ فریضہ ہونا چاہئے، اگر تم نے یہ کر لیا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو علم تم حاصل کر رہے ہو، اس آسمان کے نیچے اس سے اونچی عزت کا کوئی اور مقام نہیں ہوگا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق بخشے، میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ بار بار اس قسم کی تقریبات میں شرکت کا موقع ملے گا۔

☆☆☆☆☆

عبرت انگیز

یہ کیسا حج تھا؟

ادارہ

ربیع بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا، میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی، جب کوفہ پہونچے تو وہاں ضروریات سفر خریدنے کے لیے بازاروں میں گھوم رہا تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے بوسیدہ تھے، چاقو لیے ہوئے اس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی، مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مردار گوشت لے جا رہی ہے، اس پر ہرگز سکوت نہ کرنا چاہیے، عجب نہیں کہ یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے، یہ پکا کر لوگوں کو کھلا دے گی، میں چپکے سے اس کے پیچھے ہو لیا، اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے، وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہونچی جس کا دروازہ بھی اونچا تھا، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے آواز آئی کون ہے؟ اس نے کہا کھولو، میں ہی بدحال ہوں، دروازہ کھولا گیا اور اس میں سے چار لڑکیاں آئیں، جن کے چہروں سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے، وہ عورت اندر گئی اور زنبیل ان لڑکیوں کے سامنے رکھ دی، میں کواڑوں کی درازوں سے جھانک رہا تھا، میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا، اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکا لو، اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار ہے، اسی کے قبضہ میں لوگوں کے قلوب ہیں، وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگی، مجھے بہت تنگی ہوئی، میں نے باہر سے آواز دی:

اے اللہ کی بندی! اللہ کے واسطے اس کو نہ کھا، وہ کہنے لگی کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں ایک پردیسی آدمی ہوں، کہنے لگی: اے پردیسی! تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا: مجوسیوں کے ایک فرقے کے سوا مردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں، وہ کہنے لگی ہم خاندان نبوت کے شریف (سید) ہیں، ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا، وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا، اس کی نوبت نہ آئی، اس کا انتقال ہو گیا، جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا، ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں، لیکن اضطرار میں جائز ہو جاتا ہے، ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔

ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے حالات سن کر مجھے رونا آ گیا اور میں روتا ہوا دل لے کر بے چین واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی سے آ کر کہا: میرا ارادہ تو حج کا نہیں رہا، اس نے مجھے بہت سمجھایا، حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں واپس لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ، میں نے کہا بس لمبی چوڑی باتیں نہ کرو، یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درہم تھے، وہ لیے اور ان میں سے سو درہم کا آٹا خریدا اور سو درہم کا کپڑا خریدا اور باقی درہم جو بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بڑھیا کے گھر پہونچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دے دیا، اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا، اور کہنے لگی اے ابن سلیمان! جا اللہ جل شانہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دے، اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے، اور اس کا ایسا بدلہ عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے، سب سے بڑی لڑکی نے کہا: اللہ جل شانہ تیرا اجر دو چند کر دے اور تیرے گناہ معاف کر دے، دوسری نے کہا: اللہ جل شانہ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا، تیسری نے کہا حق تعالیٰ جل شانہ ہمارے دادا کے ساتھ تیرا حشر بھی کرے، چوتھی نے کہا: جو سب سے چھوٹی تھی، اے اللہ! جس نے ہم پر احسان کیا ہے اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر۔

ربیع کہتے ہیں کہ حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا، میں کوفہ میں ہی مجبور پڑا تھا کہ وہ سب حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے، مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں، ان سے اپنے لیے دعا کراؤں، کسی کی مقبول دعا مجھے لگ جائے، جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا، تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے آنسو نکل آئے، جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا: اللہ جل شانہ تمہارا حج قبول کرے، ان میں سے ایک نے کہا: یہ کیسی دعا ہے؟ میں نے کہا: ایک ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم رہا ہو، وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے، اب تو وہاں

جانے سے انکار کرتا ہے تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا؟ تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی؟ تو نے ہمارے ساتھ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا؟

میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لطف ہے، اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آگیا، میں نے کہا: حق تعالیٰ تمہاری سعی قبول فرمائے، تمہارا حج قبول فرمائے، وہ بھی یہی کہنے لگے تو ہمارے ساتھ عرفات میں تھا؟ رمی جمرات نہیں کی؟ اب انکار کرتا ہے؟ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی! اب انکار کیوں کرتے ہو، کیا بات ہے؟ آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں پہونچے تھے یا مدینہ میں نہیں تھے، جب ہم قبر اطہر کی زیارت کرکے باب جبریل سے باہر کو آرہے تھے، اس وقت ازدحام میں کثرت کی وجہ سے تم نے میرے پاس امانت رکھوائی تھی، جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے: "من عاملنا ربح"۔ (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کرتا ہے)، یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔

ربیع کہتے ہیں کہ واللہ! میں نے اس تھیلی کو اس پہلے دیکھا بھی نہ تھا اس کو لے کر گھر آیا، عشاء کی نماز پڑھی، اپنا وظیفہ پورا کیا، اس کے بعد اس سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے، اسی میری آنکھ لگ گئی، تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور ہاتھ چومے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا:

ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا، تو مانتا ہی نہیں، سن، تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی، صدقہ کیا اور اپنا زاد راہ ایثار کرکے اپنا حج ملتوی کردیا تو میں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرما دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درہم کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں، تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے: "من عاملنا ربح"۔ ربیع کہتے ہیں کہ جب میں سو کر اٹھا تو اس تھیلی کو کھولا تو اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔

☆☆☆☆☆

اولاد کی تربیت میں ماں باپ کا کردار

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی

اللہ تعالیٰ نے جہاں مردوں کو بہت سی صلاحیتیں اور خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں وہاں خواتین کو بھی اہم صلاحیتوں اور خصوصیات کا مالک بنایا ہے اور ان کو بے حد وحساب نعمتیں دی ہیں، ان ہی کے دم سے زندگی کا سکون وقرار ہے اور قوموں کے سدھارنے اور بگاڑنے، معاشرہ کو صحیح سمت دینے میں ان کا قول وعمل اور کردار خاص اہمیت رکھتا ہے، اگر خاتون خانہ صحیح راستہ پر ہے تو اس کا خاندان، اس کے بچے بھی صحیح راستہ پر چلتے ہیں۔

ماؤں، بہنوں کی عادات، خصائل، طرز زندگی، گفتگو کے اثرات لازمی طور پر اولاد کے معصوم دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں اور لاشعوری طور پر ان کی زندگی میں چھا جاتے ہیں، گھر کے ماحول کا جتنا اثر بچوں پر ہوتا ہے گھر کے باہر کی دنیا کا نہیں ہوتا، بچے کے لیے ماں باپ ایک معیار اور نمونہ ہوتے ہیں، ماں باپ اگر تعلیم یافتہ ہیں تو بچوں کو بھی تعلیم سے دلچسپی ہوتی ہے، ماں باپ اگر نیک اور ہمدرد ہیں تو بچوں میں بھی وہی جذبات پیدا ہوتے ہیں، آپ اپنے ماحول میں غور کریں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ ماں باپ اگر سخی ہیں تو بچے بھی سخی ہوتے ہیں، اگر ماں باپ بخیل ہیں تو بچوں میں بھی بخل کی صفت پیدا ہو جاتی ہے، اسی طرح زبان، عمل وکردار کا اثر پڑتا ہے اور یہ تمام باتیں معاشرہ میں رہنے والے انسانوں اور ان کے گھروں کا جائزہ لینے سے سامنے آتی ہیں، کوئی فلسفیانہ باتیں نہیں ہیں۔

اس لئے ہماری بہنوں کو اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں، ان کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر کیا ہے؟ زبان سے، دل سے، دماغ سے شکر ادا کریں اور عمل سے بھی شکر ادا کریں اور عمل سے شکر یہ ہے کہ اپنی صلاحیتوں سے اپنے خاندان، اپنی اولاد کی صحیح تربیت کریں اور ان کو سچا پکا مسلمان بنائیں اور مسلم معاشرہ کا جو صحیح نمونہ ہونا چاہئے وہ قائم کریں، اس کے لیے ہمارے سامنے رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی سامنے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کا نمونہ روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆

متاع حیات

وقت امانت ہے!

ڈاکٹر عبدالواسع شاکر

وقت اور اس کی ترتیب وتنظیم ایک اہم، علمی، سائنسی اور تکنیکی موضوع بن چکا ہے، اس موضوع پر سیمینار اور ورکشاپ منعقد کرائی جارہی ہیں اور کتابیں لکھی جارہی ہیں، وقت کی ترتیب وتنظیم کا شعور وادراک مغربی دنیا میں مخصوص مادی مسائل کے باعث صرف نصف صدی سے زیادہ قدیم موضوع نہیں ہے، لیکن وقت کی اہمیت اور اس سے متعلق جملہ امور کے بارے میں قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۰ سال پہلے دنیا کو آگاہ کردیا تھا، یہ ہماری بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے کہ مغربی اور دیگر اقوام نے وقت کی اہمیت کا بروقت احساس کرکے دنیوی شعبوں میں ترقی کرلی اور ہم سے آگے نکل گئے، مگر ہم وقت کی اہمیت کو فراموش کرکے ہر میدان میں پیچھے رہ گئے۔

وقت کی اہمیت وافادیت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر مختلف انداز سے امت کی رہنمائی اور فلاح وکامرانی کیلئے بیان فرمایا ہے، حضرت عمرو بن میمونؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "پانچ حالتوں کو پانچ حالتوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو اور ان سے جو فائدہ اٹھانا چاہو وہ اٹھالو۔

غنیمت جانو جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، تندرستی کو بیمار ہونے سے پہلے، خوشحالی اور فراخ دستی کو ناداری اور تنگدستی سے پہلے، فرصت اور فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔ (الترغیب والترہیب)

اس حدیث مبارکہ میں جن حالتوں کو بیان کیا گیا ہے وہ ہمارے لیے وقت کے استعمال اور ترجیحات سے متعلق رہنمائی کا نمونہ ہیں۔

وقت کی اہمیت

قرآن وحدیث کی روشنی میں وقت کی چار بنیادی خصوصیات ہیں:

۱۔ اس کائنات میں ہر جان دار و بے جان مخلوق کا ایک وقت مقرر ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا مقدر اور وقت مقرر کر رکھا ہے اور یہ مقدر اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے، دنیا میں ہر انسان کے نہ صرف پیدا ہونے اور مرنے کا وقت مقرر ہے، بلکہ اس کے ہر کام کا وقت مقرر ہے حتیٰ کہ ہماری سانس بھی مقرر ہیں کہ کتنی سانسیں بندہ اس دنیا میں لے گا۔

۲۔ وقت گزرنے والی چیز ہے، وقت لحہ بہ لحہ گزر رہا ہے اور گزر جائے گا، امام رازیؒ نے کسی بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ: "وقت کی مثال ایک برف والے کی طرح ہے جو پکار پکار کہہ رہا ہے کہ دیکھو میری زندگی کا سرمایہ گھلا جارہا ہے اور اگر یہ برف کارآمد نہیں ہوئی تو یہ رکھے رکھے گھل جائے گی اور ختم ہوجائے گی"۔

۳۔ تیزی کے، ساتھ گزرتا ہوا ہر سیکنڈ اور لحہ جو گزر گیا وہ واپس نہیں آئے گا، اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے، انسان جو پیسہ خرچ کرلے وہ دوبارہ کمایا جاسکتا ہے، لیکن وہ وقت جو گزر گیا واپس نہیں آسکتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "ہر آنے والا دن جب شروع ہوتا ہے تو وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان! میں ایک نو پیدا مخلوق ہوں، میں تیرے عمل پر شاہد ہوں تو مجھ سے کچھ حاصل کرلے، میں تو اب قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا"۔

۴۔ وقت کے ایک ایک لمحے کا حساب ہمیں اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا، حدیث میں آتا ہے کہ "حشر کے میدان میں آدمی آگے نہ بڑھ پائے گا جب تک کہ پوری زندگی کا حساب نہ دے لے، پوچھا جائے گا کہ عمر کہاں گزاری، جوانی کیسے گزاری، مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا اس کو کس طرح استعمال کیا؟ (الترغیب والترہیب)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "تباہ ہوگیا وہ شخص جس کا آج اس کے گزرے ہوئے کل سے بہتر نہ ہو"۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان ہے: "مومن کیلئے دو خوف ہیں، ایک اجل جو گزر چکا ہے، معلوم نہیں کہ خدا اس کا کیا کرے گا اور ایک اجل جو ابھی باقی ہے، معلوم نہیں اللہ تعالیٰ اس میں کیا فیصلہ صادر فرمائے؟ لہٰذا انسان کو لازم ہے کہ اپنی طاقت سے اپنے نفس کے لئے اور دنیا سے آخرت کیلئے، جوانی سے بڑھاپے کے لیے اور زندگی سے قبل موت کیلئے کچھ نفع حاصل کرلے"۔

وقت کی کمی یا ترجیحات کا تعین

اصل مسئلہ وقت کی کمی کا نہیں ہے، بلکہ ترجیحات کے تعین کا ہے، اگر ہم طے کرلیں کہ کون سی چیز یا کام ہماری پہلی ترجیح ہونی چاہیے، دوسری ترجیح کیا ہونی چاہیے اور تیسری ترجیح کیا ہو، تو وقت کی کمی کا مسئلہ خود بخود حل ہوجائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تریسٹھ

سالہ نبوی زندگی میں کوئی ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا کہ جس دن حضورؐ نے قرآن نہ پڑھا ہو اور دوسروں کو پڑھ کر نہ سنایا ہو، یہ ان کی زندگی کی ترجیح تھی اور ان کے صحابہؓ کی زندگی کی ترجیح تھی، حضور اکرمؐ کے صحابہؓ اتنا قرآن پڑھتے تھے کہ حضور اکرمؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کوئی تین دن سے کم میں قرآن ختم نہ کرے۔ (حدیث)

اگر ہماری بھی ترجیحات وہی ہوں گی جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہیں تو ہمارے لیے وقت کی کمی کا مسئلہ نہ ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے بعض خطبوں کا ابتدائی جملہ یہ ہوتا تھا کہ اے لوگو! تمہاری زندگی گزرتی چلی جارہی ہے، یہ اچانک کسی پل ختم ہو جائے گی جو وقت گزر گیا وہ تو گزر گیا، لیکن جو آنے والا ہے اس کی فکر کرو، اللہ سے ڈرو، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنی جنت کے لیے کچھ مال جمع کرلو"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "بندہ کا صرف وہی ہے جو اس نے کھالیا یا پہن لیا یا آگے بھیج دیا جو اس نے خرچ نہیں کیا وہ سب وارثوں کا مال ہے"۔ (سنن کبریٰ، بیہقی)

وقت کے صحیح استعمال کا مقصد

ہمارے نزدیک وقت کی ترتیب و تنظیم کے دو بنیادی مقاصد ہیں: پہلا تو یہ ہے کہ ہم اس بات کا اہتمام اور کوشش کریں کہ ہمارے وقت کا کوئی لمحہ بھی ضائع نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایمان والوں کی یہ خصوصیات بیان کی ہے کہ وہ اپنے وقت کو لغویات ہونے سے بچاتے ہیں۔ (سورہ مومنون) دوسرا مقصد یہ ہے کہ جو ۲۴ گھنٹے ہمیں روزانہ ملتے ہیں، اس میں ہم کتنا زیادہ سے زیادہ وقت اپنے فرائض کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ حقوق کی ادائیگی کیلئے نکالتے ہیں، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

وقت میں اضافے کیلئے اور وقت کی کمی کو دور کرنے کے لئے بہت سارے طریقے ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ملتے ہیں نیز جدید دور میں وقت کے ضیاع کے حوالے سے تحقیقات نے بھی ہماری رہنمائی کے کچھ نکات متعین کر دیے ہیں، ان میں سے چند اہم اصول و نکات درج ہیں۔

دن کا آغاز نماز فجر سے پہلے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح سویرے اٹھو گے تو اس کے نتیجے میں تمہارے رزق و مال میں برکت ہوگی اور اگر صبح نہیں اٹھو گے تو پریشان و رنجیدہ رہو گے، ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے پاس صبح کے وقت تشریف لے گئے، وہ آرام فرمارہی تھیں، حضور اکرمؐ نے ان کو جگاتے ہوئے فرمایا: "بیٹی! اٹھو، اپنے رب کے رزق کی تقسیم کے وقت حاضر رہو اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ بنو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ طلوع فجر اور طلوع شمس کے درمیان لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں"۔

صبح جلدی اٹھنے اور فجر کے بعد نہ سونے کے نتیجے میں ہم کو دن میں کئی گھنٹے اضافی مل جاتے ہیں، ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ صبح ۶ بجے سے ۸ بجے کے وقت جسے دنیا میں پرائم ٹائم کہا جاتا ہے، ہم سونے میں گزار دیتے ہیں، امام ترمذیؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: "اے اللہ! میری امت کیلئے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما"۔ ایک مشہور روایت ہے کہ "جو آدمی صبح جلدی اٹھتا ہے اس کو دولت مند بننے سے کوئی نہیں روک سکتا"۔

جدید تحقیق سے ثابت ہے کہ انسان رات کو ۹ بجے کے بعد جو کام ایک گھنٹے میں کرتا ہے صبح کے اوقات میں وہی کام صرف ۲۰ منٹ میں کر لیتا ہے، اس دن اور رات میں ایک وقت ایسا بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پرائم ٹائم قرار دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رات کے آخری پہر میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آجاتے ہیں اور منادی کر دیتے ہیں کہ مجھ سے مانگو میں تمہیں دوں گا، مجھ سے طلب کرو میں تمہاری ضرورت کو پورا کروں گا۔ (بخاری) پورے ۲۴ گھنٹوں میں اس سے زیادہ قیمتی وقت کوئی نہیں ہے اور وقت کی ترتیب و تنظیم اس بات کا ہی نام ہے کہ انسان اپنے پرائم ٹائم کو سب سے بہترین طریقے سے استعمال کر سکے، دنیا میں کوئی لیڈر شپ ایسی نہ ہوگی جس کو کوئی بڑی کامیابی ملی ہو اور وہ سحر خیزی کا عادی نہ ہو، اگر ہم صبح ۵ بجے اٹھ جائیں تو جو کام دن میں ۳ گھنٹے میں کرتے ہیں وہ صبح میں ایک گھنٹے میں ہی کرلیں گے، ہمیں محسوس ہوگا کہ ہمارا دن ختم ہی نہیں ہو رہا ہے، اس سنت کو اپنائے بغیر اور اس عادت کو اختیار کیے بغیر ہمارے لئے نہ اخروی کامیابی ممکن ہے او نہ دنیا کی برتری ہی۔

معاشی مصروفیات کی منصوبہ بندی

ہر فرد کو چاہیے کہ اپنے معاش کے لیے ایک وقت مقرر کرے کہ مجھے اپنے اوقات کا کتنا حصہ

معاش کیلئے صرف کرنا ہے، ہمارا ایمان ہے کہ ہر آدمی کی روزی اور اس کا رزق مقرر ہے، اللہ تعالیٰ نے جتنا ہمارے مقدر میں لکھا ہے اتنا ہی ملے گا چاہے ہم ۸ گھنٹے کام کریں یا ۱۶ گھنٹے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزی انسان کا پیچھا کرتی ہے۔ (الترغیب والترہیب) رزق میں کمی یا تاخیر سے پریشان نہ ہو اور روزی کو کمانے میں خوش اسلوبی سے کام لو"۔ (ایضا)

انسان کی جسمانی استطاعت کے بارے میں محققین کہتے ہیں کہ کوئی بھی آدمی جب اپنے معاش کے لیے آٹھ گھنٹے سے زیادہ صرف کرتا ہے تو اس کا زائد صرف کردہ وقت کارآمد نہیں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مغربی معاشروں میں ۸ گھنٹوں سے زیادہ کی ملازمت نہیں ہوتی اور یہ کہا جاتا ہے کہ آدمی انہی اوقات میں زیادہ سے زیادہ کام کر کے اپنے حصے کا کام پورا کرے، ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے معاش کے لیے ایک وقت مقرر کریں جو ۸ گھنٹے سے زیادہ نہ ہو، انہی آٹھ گھنٹوں میں پوری قوت اور توانائی کے ساتھ کام کریں، بہت سارے لوگوں نے تجربہ کر کے یہ سیکھا ہے کہ واقعی جو کام ہم ۱۲ اور ۱۴ گھنٹوں میں کر رہے تھے وہی کام اب ہم آٹھ گھنٹوں میں کر سکتے ہیں، اس کے نتیجے میں ہم اپنے اوقات میں کافی اضافہ کر سکتے ہیں۔

معذرت کرنا سیکھیں

روزمرہ معاملات میں ہم بعض اوقات تکلیف یا تعلق کی وجہ سے وعدہ کر لیتے ہیں اور وقت کی کمی کی وجہ سے اس وعدے کو پورا نہیں کر پاتے، اس کے نتیجے میں جن سے ہم وعدہ کرتے ہیں وہ بھی مشکل میں پڑ جاتے ہیں اور ہماری ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے، اس بات کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے کہ فرد کسی کو وقت دینے سے پہلے پوری طرح اطمینان کرلے کہ یہ ممکن بھی ہوگا یا نہیں، معذرت کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں، لیکن وقت دینے کے بعد نہ پہنچنا عہد کی خلاف ورزی ہے، مغربی دنیا میں کہا جاتا ہے کہ اگر آپ نے نہیں کہنا سیکھ لیا ہے تو آپ نے گویا اپنا آدھا وقت بچالیا۔

وقت کو ضائع کرنے والی چیزیں

وقت کو ضائع کرنے والی چیزوں میں سب سے پہلا نمبر ٹیلی ویژن کا ہے، ایک عام امریکی دن میں ۳ سے ۴ گھنٹے ٹی وی دیکھتا ہے۔

ٹیلی ویژن کے بعد اب دوسرا نمبر موبائل فون کا ہے، ہمیں یہ اندازہ کرنا چاہئے کہ روزانہ ہم کتنے گھنٹے ٹیلی فون پر صرف کرتے ہیں، اوسطاً ایک موبائل فون پر روزانہ ۲۰ کالز اور ۱۲ ایس ایم ایس موصول ہوتے ہیں، اگر آپ اس وقت کو کنٹرول نہیں کر سکتے تو روزانہ ایک سے دو گھنٹے فون کا اور ایس ایم ایس کا جواب دینے میں لگ جائیں گے، اپنے ٹیلی فون پر گزرے ہوئے وقت کا اندازہ اور تعین کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو اس حوالے سے ایک نظم میں لانے کی ضرورت ہے، اگر ہم ہر فون کال کا جواب اسی وقت دینا چاہیں گے تو ہم نہ آرام کر سکتے ہیں نہ کوئی سنجیدہ کام اور نہ کوئی میٹنگ ہی پوری توجہ کے ساتھ کر سکتے ہیں فون ہمارے وقت کو ضائع کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے، جس کو کنٹرول کیے بغیر ہم اپنے وقت کو قابو نہیں کر سکیں گے، اسی طرح ہمارا جو وقت ٹیلی ویژن کے سامنے ضائع ہوتا ہے، اس کو بھی کم سے کم کرنے کی ضرورت ہے۔

وقت مقررہ کی پابندی کا اہتمام

ہمارے معاشرے میں دیے گئے وقت کی پابندی کا اہتمام نہ ہونے کے کلچر کی وجہ سے روزانہ کئی گھنٹے ضائع ہو جاتے ہیں، بالعموم میٹنگ اور پروگرام دیئے گئے وقت سے ۲۵، ۳۰ منٹ بعد شروع ہوتے ہیں، کچھ لوگ وقت پر آجاتے ہیں اور کچھ لوگ دیر سے آتے ہیں، اس کے نتیجے میں جو وقت پر آجاتا ہے اس کا بھی وقت ضائع ہوتا ہے اور جس نے بلایا ہے اس کا بھی، اگر ہم اس کا تعین کریں تو روزانہ آدھا یا پونا گھنٹہ انتظار میں ہی ضائع ہو جاتا ہے، اس انتظام کے وقت کو کنٹرول کرنے کی ضرورت ہے، ہم اپنے اپنے دائروں میں انتہائی ممکنہ حد تک وقت کی پابندی کا اہتمام کریں اور کروائیں تو سب کے وقت کو ضائع ہونے سے بچا سکتے ہیں۔

بہ یک وقت کئی کاموں سے اجتناب

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بہ یک وقت ہمارے سامنے کئی کام ہوتے ہیں اور ہم انھیں ایک ساتھ کرنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، اس کے نتیجے میں نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے، بلکہ وہ کام بھی اچھی طرح سے پورا نہیں ہو پاتا، بہتر یہ ہے کہ اگر کئی کام ہمارے سامنے ہوں تو ہم اس کی ترجیحات طے کریں، ان میں جو سب سے زیادہ ضروری اور فوری ہو، اس کو مکمل کرلیں اور اس کے بعد دوسری ترجیح کا کام شروع کریں اس کے نتیجے میں نہ صرف ہم اپنے وقت کو بچانے میں کامیاب ہوں گے، بلکہ ان کاموں کو بھی موثر طور پر بروقت مکمل کر سکیں گے۔

تاخیر اور ٹال مٹول سے گریز

بعض اوقات ایک ہی وقت میں ہمارے سامنے کئی کام ہوتے ہیں، ہم ایک کام شروع کرتے ہیں، لیکن اس کو پورا کئے بغیر دوسرا کام شروع کردیتے ہیں، مثلاً دفتری زندگی میں روزانہ بہت سے خطوط اور نوٹس ہمارے سامنے آتے ہیں، ہم ان کو پڑھتے ہیں اور پھر رکھ دیتے ہیں، ایک دو دن کے بعد انہیں پھر دوبارہ پڑھتے ہیں اور رکھ دیتے ہیں اور پھر تیسری دفعہ اس پر کام شروع کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں جو خط ہم ایک ہی دفعہ پڑھ کر کام سکتے تھے اسکو تین دفعہ پڑھنے کے بعد اس کام کو کرپاتے ہیں، اس طرح توجہ اور تجاویز کے ضمن میں بہت ساری چیزیں ہمیں موصول ہوتی ہیں، ہمیں چاہئے کہ ان کے جواب دینے کے وقت کو کم سے کم کریں، اس کا طریقہ بھی یہی ہے کہ جو کام ہمیں خود کرنے ہیں ان کی ترجیح متعین کریں اور جو کام دوسروں کے حوالے کرنے ہیں ان کو فوری طور پر دوسروں کے سپرد کریں۔

کام کو تقسیم کرکے وقت کو بچائیں

روز مرہ کے کاموں میں بہت سے کام ہمارے پاس ایسے آجاتے ہیں جو اگر دوسروں کے سپرد کردیے جائیں تو کام بھی بہتر انداز میں ہوجا ئے گا اور وقت بھی بچے گا، اگر ہم سارے کام خود کرنے کی کوشش کریں گے، مثلاً رپورٹیں بھی خود بنائیں گے، اس کو خود ہی بھیجیں گے بھی، ہر چیز کا ریکارڈ بھی خود ہی رکھیں گے اور جائزہ بھی خود لیں گے، تو اس کے نتیجے میں نہ صرف ہمارے وقت کا ضیاع ہوگا، بلکہ کام بھی بہتر طریقے سے نہیں ہوسکے گا، اس کو Micro Management کہتے ہیں جو کہ وقت کے ضیاع کا ایک بڑا سبب ہے، اس کا علاج کام دوسروں کو تفویض یا سپرد کرنا ہے اور پھر اس کا جائزہ لیتے رہنا ہے تاکہ ہدف بروقت حاصل ہوسکے۔

طویل گفتگو سے گریز

مختصر گفتگو ایک فن ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خطبات تحریری صورت میں احادیث کی کتابوں میں ملتے ہیں ان سب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مختصر ہیں، حجۃ الوداع کے موقع پر ڈیڑھ لاکھ صحابہؓ کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کو پڑھنے میں صرف ۷ منٹ لگتے ہیں، اسی طرح صحابہؓ کے خطبے بھی مختصر ہوتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کی ایک خصوصیت کے ساتھ ساتھ تکرار بھی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی بات کو دو تین دفعہ بیان کرتے تھے کہ تاکہ بات ذہن نشین ہوجائے، جدید سائنسی تحقیق سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی فرد ایک گھنٹے کی تقریر توجہ سے سنے تو اس کا صرف ۱۰ فیصد اگلے دن تک یاد رکھ سکتا ہے، مختصر گفتگو میں یہ تناسب بڑھ کر ۲۵ فی صد تک ہوجاتا ہے، ہم جتنی طویل گفتگو یا خطاب کریں گے اس کا استحضار اتنا ہی کم ہوگا۔

اپنی بات کو مختصر کرنیکی عادت ڈالیں اور اس کی تیاری کریں، مشہور برطانوی سیاست دان چرچل کا کہنا ہے کہ اگر مجھے تین گھنٹے تقریر کرنی ہو تو میں تیاری نہیں کرتا بس بولتا چلا جاتا ہوں اور اگر ۱۵ منٹ تقریر کرنی ہو تو ۳ گھنٹے اس کی تیاری کرتا ہوں، یہ ایک صلاحیت ہے جس کو ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے کہ بات مختصر اور نکات کی صورت میں کی جائے، اس سے اپنا بھی اور دوسروں کا بھی وقت بچتا ہے، اگر کسی میٹنگ میں ۱۰، ۱۵ لوگ ہوں اور سب ۱۰ سے ۱۵ منٹ گفتگو کریں گے تو ۱۵۰ منٹ ہوجاتے ہیں، اگر ہر آدمی اپنی بات ۳ منٹ میں مکمل کرنے میں کامیاب ہوجائے تو ۴۵ منٹ میں بات مکمل ہوجائے گی، دعوتی کام کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ بات جامع اور مختصر ہو اور تکرار کے ساتھ تاکہ بات ذہن نشین ہوجائے، گفتگو کرنے سے پہلے ایک لمحے کیلئے اس بات کا تصور ضرور کریں کہ جو الفاظ بھی ہم بولیں گے اس کا پورا پورا حساب ہمیں اللہ تعالیٰ کے ہاں دینا ہوگا۔

اہل خانہ کے لئے وقت ضرور نکالیں

احادیث سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و رسالت اور اسلامی ریاست کے سربراہ ہونے کی گراں بہا ذمہ داریوں کے باوجود بھی اپنے گھر والوں کے لیے اور تفریح کیلئے وقت نکالتے تھے، دین کے کام کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی گھر والوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھاسکے، گھر کے کام کاج میں ہاتھ نہ بٹاسکے یا تفریح نہ کرسکے، احادیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری بیویوں کو جمع کرکے ایک ساتھ کھانا کھاتے تھے، گفتگو کرتے تھے، ہنسی مذاق کرتے تھے، گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے اور اپنے نواسوں کو جمع کرکے ان کے درمیان کشتی کرواتے تھے، یہ ساری چیزیں ہماری زندگی کا بھی حصہ ہونا چاہئیں، ہمیں اپنی ترجیحات میں اس بات کو شامل کرنا چاہیے کہ ہمارا گھر بھی ہماری دعوت کا مرکز ہو، گھر والوں کی تربیت اور خوشی و تفریح ان کا حق ہے، ہمارے والدین اگر زندہ ہیں تو ان کی خدمت کرکے جنت کمالینا ہماری ترجیحات کی فہرست میں لازماً شامل ہونا چاہیے۔

فارغ اوقات کا بہتر استعمال

روزمرہ کی زندگی میں بہت سارے اوقات ایسے آتے ہیں کہ جب ہم فارغ ہوتے ہیں، بعض اوقات ہم سفر میں ہوتے یا انتظار کررہے ہوتے ہیں یا کچھ بھی نہیں کررہے ہوتے، ان اوقات میں ہمیں اس بات کی عادت اپنالینی چاہئے کہ جب بھی ہم فارغ ہوں تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے کلمات بتائے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے اور اجر میں بہت بھاری ہیں، ان کلمات کو بار بار دہراتے رہیں، کثرت سے استغفار کریں، ایک ایک لمحہ جو ہمارے پاس ہے وہ اللہ کے ذکر میں اور استغفار میں صرف ہو تو یہ وقت کا بہترین استعمال ہے، ہمارے وقت کا کوئی لمحہ فارغ ہونے کی وجہ سے ضائع نہ ہو، حدیث سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مومن کا ہر لمحہ کارآمد ہوتا ہے، جب اس پر کوئی مشکل پڑتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، جب خوش ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور اللہ کو یاد کرتا ہے۔

دوسروں کے وقت کی قدر

ایک ذمہ دار کی حیثیت سے ہمیں اس بات کا بھرپور اہتمام کرنا چاہیے کہ نہ تو ہمارے وقت کا کوئی حصہ ضائع ہو اور نہ ہماری ٹیم میں سے ہی کسی کا وقت ضائع ہو، جب ہم دوسروں کے وقت کی قدر و قیمت کا احساس کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت میں برکت ڈال دے گا، اگر ہم دوسروں کے وقت کی قدر و قیمت کا احساس نہیں کریں گے اور ہماری وجہ سے دوسروں کا وقت ضائع ہوتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ ہمارے وقت کی قدر و قیمت بھی کم کردے گا۔

وقت میں برکت کی دعا

وقت میں برکت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس طرح ہم اپنے مال، کاروبار، رزق اور اولاد میں برکت کی دعا کرتے ہیں، اسی طرح اپنے وقت میں برکت کے لیے دعا بھی دعا کریں، اگر ہمیں وقت میں برکت حاصل ہوگئی تو زندگی بڑی آسان ہوجائے گی، جن لوگوں کو اللہ کی یہ نعمت حاصل ہوتی ہے ان کے پاس وقت کی کمی کا شکوہ نہیں ہوتا، بلکہ ان پر یہ احساس غالب رہتا ہے کہ میرے پاس وقت ہے اور جو کام بھی میرے سپرد ہوگا میں اسے کرنے میں کامیاب ہوجاؤں گا، وقت میں یہ برکت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام اور اس کی رحمت ہے جو ان لوگوں پر نازل ہوتی ہے جو اس سے برکت طلب کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ دعا فرماتے تھے: یا اللہ! زندگی کے اوقات میں برکت دے اور انھیں صحیح مصرف پر لگانے کی توفیق عطا فرما“۔

وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک غیر معمولی امانت ہے، اس کے ایک ایک لمحے کی قدر و قیمت کے احساس کے ساتھ اللہ کی بندگی کیلئے جہنم سے بچنے اور جنت کے حصول کیلئے اس کا استعمال ہونا چاہیے، کامیاب وہی ہے جو اس احساس کے ساتھ زندگی گزارے کہ اسے زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب اللہ کو دینا ہوگا، یقیناً وہ اپنے وقت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ ترجیحات کے مطابق گزارنے کا اہتمام کرے گا۔

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆منصب پیغمبری (ہندی)

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

جس میں بنی نوع انسان اور تمدن انسانی پر نبوت کے احسانات، انبیاء کرام کی امتیازی خصوصیات، نبوت کے پیدا کردہ ذہن ومزاج اور طریقہ فکر و نبوت کے تیار کردہ انسانی نمونوں، نیز نبوت محمدی کے لافانی کارناموں اور ختم نبوت کی ضرورت واہمیت اور اس کے دوررس، عمیق اور انقلاب انگیز اثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

صفحات: ۱۵۶ قیمت: ۱۰۰

☆حج اور مقامات حج

ایک رہبر کتاب، جس میں مسائل حج وعمرہ کے بیان کے ساتھ اہم مقامات کی جغرافیائی تشریح بھی کی گئی ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے مقدمہ کے ساتھ

از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

صفحات: ۹۰ قیمت: ۴۵

نوٹ: طلباء کے لئے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

Ph No.: 0522-2741539 - Mob No.: 9889378176

Email.airpnadwa@gmail.com

فقہ و فتاویٰ

سوال و جواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: عازمین حج کو چھوڑنے ان کے رشتہ دار اوراحباب اسٹیشنوں اورحج ہاؤس تک جاتے ہیں، اسی طرح واپسی میں استقبال کے لیے ایئرپورٹ تک آتے ہیں، ان میں مردو عورت سب ہوتے ہیں، کیا شرعی نقطۂ نظر سے یہ درست ہے؟

جواب: حجاج کرام کو چھوڑنے کے لیے اسٹیشنوں یا حج کمیٹیوں تک جانا ازروئے شرع درست ہے بلکہ باعث ثواب ہے، امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں حضرت حسنؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حاجی حج کے لیے روانہ ہوں توتم ان کو وداع (چھوڑنے) کے لیے جاؤ اوردعاء خیر کے لیے ان سے درخواست کرواور جب حج سے واپس آجائیں توان سے ملواور مصافحہ کروقبل اس کے کہ وہ دنیا کے کاموں میں لگ کرگناہوں میں مبتلا ہوجائیں بلاشبہ ان کے ہاتھوں میں برکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء میں فرمایا: "اللّٰہم اغفر للحاج ولمن استغفرله الحاج"۔ (اے اللہ تو حاجیوں اوران لوگوں کی مغفرت فرما جن کے لیے حاجی تجھ سے مغفرت کی درخواست کریں)۔

البتہ عورتوں کا نکل کر اسٹیشنوں یا ایئرپورٹ تک جانا مناسب نہیں، علماء نے اس کو منکرات میں شامل کیا ہے، اورشوہر کوتاکید کی ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو باہر نکلنے سے اس طرح کے مواقع سے بھی روکیں۔[مجالس الابرار،ص:۱۴۵]

سوال: ایک بیمار شخص نے اپنا حج فرض اپنے ایک دوست سے حج بدل کے طور پر کرایا، ان کو یہ اندازہ تھا کہ اب میرا جانا ممکن نہیں۔ اللہ کے فضل سے دو تین سال کے علاج کے بعد اب وہ تندرست ہوگئے ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا اس کا حج ہوگیا یا ذمہ میں باقی ہے؟

جواب: حج بدل کے شرائط میں یہ ہے کہ عذر تاحیات باقی ہو۔ اب جب کہ یہ تندرست ہوگئے ہیں تو خود حج کرنا لازم ہے، حج بدل ان کے لیے کافی نہیں رہا، البتہ اس کا ثواب ان کو یقیناً ملے گا۔ [ردالمحتار:۲/۲۳۸]

سوال: کیا عورت حج بدل میں جاسکتی ہے؟ ایک عورت اپنی ماں کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتی ہے، کیا اس کی گنجائش ہے؟

جواب: شوہر یا کوئی محرم ساتھ میں ہوتو عورت بھی حج بدل میں جاسکتی ہے، لیکن مردکو حج بدل میں بھیجنا زیادہ بہتر ہے۔[ردالمحتار:۲/۲۴۱]

سوال: کیا حج بدل میں جانے والا اپنے گھر کا خرچ اوران ایام میں اس کی تجارت یا تنخواہ میں جو نقصان ہوا ہے اس کو حج بدل کرانے والے سے لے سکتا ہے؟

جواب: حج بدل کرانے والے سے گھر کا خرچ یا تجارت وتنخواہ کے نقصان کی تلافی کے لیے رقم لینا جائز نہیں ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ حج بدل پر اجرت لینا اور دینا جائز نہیں ہے۔[الدرالمختار:۱/۱۸۱]

سوال: کیا حج بدل میں ایسے شخص کو بھیجا جاسکتا ہے جس نے اپنا حج نہ کیا ہوتو کیا حج بدل ادا ہوجائے گا؟

جواب: حج بدل میں اس شخص کو بھی بھیجا جاسکتا ہے جس نے اپنا حج نہ کیا ہو، البتہ ایسے شخص کو بھیجنا افضل ہے جس نے اپنا حج فرض ادا کرلیا ہو، فتاویٰ ہندیہ میں صراحت موجود ہے: "لو أحج رجلاً لم يحج عن نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا و سقط الحج عنه" [فتاوی ہندیہ:۱/۲۵۷] (اگر کسی نے ایسے شخص سے حج بدل کرایا جس نے اپنا حج فرض ادا نہ کیا ہوتو احناف کے یہاں یہ جائز ہے اورحج کرانے والے کے ذمہ سے فرض ادا ہوجائے گا)۔

سوال: جس نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہے لیکن حج بدل میں جانے کی وجہ سے کعبہ پر نظر پڑنے سے اس پر کیا حج فرض ہوجاتا ہے؟

جواب: بعض علماء کا فتویٰ تو یہی ہے کہ خانہ کعبہ پر نظر پڑنے کے بعد ایسے شخص پر حج فرض ہوجاتا ہے، لیکن راجح قول یہ ہے کہ جس کو حج کی استطاعت نہیں ہے خانہ کعبہ پر نظر پڑنے اور دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی وجہ سے اس پر اس سال حج فرض نہیں ہوجاتا ہے، بلکہ آئندہ اگر اس کو استطاعت ہوئی تب حج فرض ہوگا۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں: "میرا خیال ہے کہ غیر مستطیع اگر مکہ داخل ہوجائے تو اس پر حج واجب نہیں ہوگا۔[ردالمحتار:۲/۲۴۱]

سوال: احرام کی چادر جو حج اورعمرہ میں استعمال ہوتی ہے اس کو عام استعمال میں لایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: حج اورعمرہ کے بعد اس کی چادر عام استعمال میں لائی جاسکتی ہے، اس کے ممنوع ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

خبر و نظر

عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

مطلقہ عورت کی عدت پر تحقیق کے بعد ایک یہودی سائنس داں کا قبول اسلام

دین اسلام دین فطرت ہے، اس کے اندر انسانی طبیعت اور فطرت کی بھرپور رعایت رکھی گئی ہے، اسلام کے شرعی اور اخلاقی تمام احکام عقل و فطرت کے عین مطابق ہیں، آج کی نئی دنیا تو ہر آن اسلام کے خلاف کوئی نہ کوئی فتنہ بپا کرنے، اس کے دامن کو داغدار کرنے اور اس کی صاف وشفاف شریعت وقوانین کو بدنام اور از کار رفتہ ثابت کرنے میں لگی ہوئی ہے، لیکن یہ بھی اسی حکیم وعلیم رب ذوالجلال کا معجزہ ہے کہ وہ ان ہی میں ایسے لوگوں کو پیدا کرتا ہے جو اپنے ہم مذہب وہم فکر قوم کی تکذیب اوراسلامی احکام وشرائع کی تصدیق وتائید کرتے ہیں۔

دین فطرت کے مصالح میں ایک طلاق بھی ہے، یعنی اگر میاں بیوی میں ہم آہنگی نہ ہوپائے یا کوئی ایسی شرعی اور فقہی مجبوری پائی جائے جس کی بنیاد پر دونوں ساتھ نہ رہ سکتے ہوں تو دونوں خوبصورتی کے ساتھ الگ ہوجائیں، اس کے بعد وہ مطلقہ عورت دوسرے مرد سے اس وقت شادی نہیں کرسکتی جب تک کہ تین ماہ کی عدت نہ گذارلے، اس کی مصلحت شریعت مطہرہ میں یہ ہے کہ اگر مطلقہ کے رحم میں اس شوہر کی کوئی علامت ہوگی تو واضح ہوجائے گی تاکہ حمل کی صورت میں نسب کی تعیین آسان ہوجائے، ورنہ اگر اس کے بغیر اجازت دیدی جائے تو سابق اور موجودہ شوہروں کے مابین نسب کی تعیین بہت مشکل ہوجائے گی، تین حیض آجانے کی صورت میں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ سابق شوہر کا کوئی حصہ اب مطلقہ کے رحم میں نہیں ہے۔

قرآن مجید اوراحادیث شریفہ اورفقہ کی کتابوں کی اس کی مکمل تفصیل موجود ہے، یہ بات جب ایک یہودی سائنس داں کے سامنے لمبی تحقیق کے بعد کھل کرآئی تو وہ فوراً دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا اورقرآن مجید کو کتاب الٰہی اور معجزۂ ربانی تسلیم کرلیا۔

رحم مادر میں جنین کی پرورش وپرداخت کے متعلق تحقیق کے بعد سائنس داں رابرٹ گیلہم نے اس وقت اسلام قبول کرلیا جب قرآنی آیتوں نے طلاق شدہ عورت کی عدت کے تعلق سے اس کے ذہن ودماغ کو جھنجھوڑ کرر کھدیا، نو مسلم سائنسداں جس نے اپنی ساری عمر ایسی تحقیقات میں گذاردی جو میاں بیوی کے جسمانی تعلق قائم ہونے کے بعد حمل قرار پانے سے متعلق ہوتے ہیں، اوربڑی محنت، طلب وجستجو اور تحقیق کے بعد اس نتیجے تک پہونچا کہ مرد کی منی کا اثر عورت کے رحم سے تین مہینے کے بعد زائل ہوجاتا ہے۔

مصر کے ڈاکٹر عبدالباسط محمد نے کہا کہ سائنسداں نے جنین کے سلسلے میں بڑی تحقیق کی اور سائنسی حقیقت کو جاننے کے بعد قرآنی آیات کے اعجاز کا قائل ہوگیا جس میں مطلقہ کی عدت تین مہینے رکھی گئی ہے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ سائنسداں سائنسی اور مادی دلائل کی بنیاد پر مطمئن ہوئے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میاں بیوی کے باہم ملنے کے بعد عورت کے رحم میں مرد کا اثر رہتا ہے اور ہر مہینے جماع نہ ہونے کی صورت میں اس کا خاص حصہ ختم ہوتا رہتا ہے اور تین مہینے کے بعد مرد کی منی کا اثر مکمل طور پر ختم ہوجاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ تین مہینے کے بعد مطلقہ عورت دوسرے مرد سے شادی کے لائق ہوجاتی ہے۔

اس حقیقت کو جاننے کے بعد یہودی سائنسداں نے امریکہ میں رہنے والی مسلم خواتین اورآزاد زندگی گذارنے والی امریکی عورتوں کا جائزہ لیا جس سے ان کو معلوم ہوا کہ مسلم عورتوں کے رحم میں صرف ان کے شوہروں کا ہی اثر ہے جب کہ امریکی عورتیں دو سے تین شوہروں کی علامت رکھتی ہیں جس کا واضح اشارہ اس طرف ہے کہ امریکی خواتین شوہروں کے علاوہ غیر مردوں سے بھی جنسی تعلق رکھتی ہیں۔

سائنسداں اس حقیقت کو جاننے کے بعد اس وقت حیران رہ گیا جب اس نے اپنی بیوی کا جائزہ لیا اور پتہ چلا کہ اس کے رحم میں تین مردوں کا اثر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ خود اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ خیانت کرتی رہی ہے، اس تحقیق کے بعد اس کو اطمینان ہوگیا کہ دین اسلام ہی وہ اکیلا مذہب ہے جو خواتین اور معاشرے کے تحفظ کا ضامن ہے اور یہ کہ اس روئے زمین پر مسلم خواتین ہی ہر طرح سے پاک دامن رہتی ہیں۔

انڈونیشیا میں عریاں ویب سائٹس پر پابندی

آج دنیا میں جس قدر نئے وسائل وذرائع ایجاد ہوکر منظر عام پر آگئے ہیں، آج سے سو برس پہلے کا انسان اس کی وسعت اوراثر انگیزی کا اندازہ بھی نہیں کرسکتا تھا، ان وسائل وذرائع میں سب سے موثر اور سحر انگیز ذریعہ انٹرنیٹ ہے، یہ بظاہر کوئی مضر

ایجاد نہیں ہے اگر اس کا استعمال ضروریات کی تکمیل اور تعمیری کاموں میں کیا جائے، لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ جیسے ہی کوئی نئی ایجاد آتی ہے لوگ بالخصوص نوجوان نسل اس کے منفی استعمال کی عادی ہو جاتی ہے، اور پھر اپنی دنیا و عاقبت برباد کر بیٹھتی ہے۔

آج کی نئی دنیا میں انٹرنیٹ کے ذریعہ کس قدر علمی، دینی، دعوتی، مواصلاتی، تجارتی اور تعمیری فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں، ان کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مگر اس سب کے ساتھ نوجوان نسل خاص طور پر اس کے غلط استعمال کی طرف راغب ہو رہی ہے، اور ہر طرح سے اپنا نقصان کر رہی ہے وہ کام جو از روئے شریعت ایک صاحب ایمان کے لیے قطعاً جواز کی گنجائش نہیں رکھتے، کے علاوہ ان کو عقل سلیم بھی جائز نہیں کہتی ہے۔ گذشتہ دنوں پوری دنیا نے دیکھا کہ اسی انٹرنیٹ کے ذریعہ دین اور پیغمبر اسلام کی شان میں کس ڈھٹائی و بیباکی کے ساتھ گستاخی کی گئی اور پوری اسلام دشمن لابی اس پر خاموش رہی۔

اس لیے آج تربیت کے نقطہ نظر سے یہ از حد ضروری ہے کہ اولاد کی نقل و حرکت پر مکمل نظر رکھی جائے اور دیکھا جائے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ خفیہ طور پر ایک ہی چھت کے نیچے وہ سب کچھ ہو رہا ہے کہ امت کے مستقبل کو تباہ و برباد کرنے کے لیے کافی ہے، انٹرنیٹ ایسا ذریعہ بن گیا ہے کہ آدمی اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، اور خلوت و جلوت ہر جگہ اور ہر حالت میں اس کا مثبت و منفی استعمال کر سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں انڈونیشیا کی وزارت اطلاعات و مواصلات نے سال گذشتہ بھی عریاں اور فحش ویب سائٹس کو بند کیا اور سال رواں بھی ایک ملین ویب سائٹس کو بند کر دیا ہے۔

ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ انڈونیشیا کی انفارمیشن منسٹری نے رمضان المبارک کے موقع پر ملک میں انٹرنیٹ کے ذریعے استعمال کی جانے والی ایسی ایک ملین ویب سائٹ کو مٹا دیا ہے جن کے ذریعے ملک میں عریانیت اور بے ہودگی پھیل سکتی ہے۔

اس موقعہ پر وزیر برائے انفارمیشن نے اپنے بیان میں کہا کہ رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر اس قسم کی عریانیت کو فروغ دینے والی ویب سائٹس کو بلاک کرنے کا معنی یہ نہیں کہ ماہ مبارک کے اختتام پر اس کو دوبارہ کھول دیا جائے گا، بلکہ اس قسم کی ویب سائٹس ہمیشہ کے لیے بند کر دی گئی ہیں۔

یاد رہے کہ اس وزرات کی جانب سے گزشتہ سال بھی عریانیت کو فروغ دینے والی دو ملین سائٹس کو بند کیا جا چکا ہے، امید ہے کہ بیرون ملک سے چلائی جانے والی اس قسم کی سائٹس پر مکمل پابندی لگا دی جائے گی۔

ایک مسلم خاتون کو پانچ ملین ڈالر کا معاوضہ

دین اسلام نے عورتوں کو تحفظ کے لیے قرآن کریم میں جو ہدایات دی ہے ان میں حجاب ہے، حجاب سے عورت غیروں کی ہوسناک نگاہوں سے محفوظ ہو جاتی ہے، اور اس کی عزت و آبرو محفوظ ہو کر صرف اور صرف اس کے شوہر کے لیے خاص ہو جاتی ہے، آج مغرب میں جس قدر آزاد خواتین اسلام کے آغوش میں پناہ لے رہی ہیں، ان کے بیانات اور تاثرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو سب سے زیادہ تحفظ کا احساس حجاب میں ہوتا ہے۔

امریکہ کی ایک کمپنی میں برسر روزگار ایک عورت نے قبول اسلام کے بعد جب حجاب کا استعمال شروع کیا تو اس کے ذمہ داران اور ممبران کی طرف سے اس کو مختلف طرح کی اذیتوں کا سامنا ہوا، اس عورت نے اس کی شکایت عدالت میں کی اور اس کو عدالت نے نفسیاتی تکلیف دینے کی وجہ سے جرمانہ کے طور پر ۵ ملین ڈالر ادا کرنے کا حکم دیا۔

"الرابطة" کی رپورٹ کے مطابق امریکہ کی ایک عدالت نے یہ فیصلہ سنایا کہ ایک عورت کو پانچ ملین ڈالر دیا جائے جو قدیم مذہب عیسائیت کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کر چکی ہے، اس وجہ سے کہ ایک کمپنی (AT&T) نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس خاتون کے ساتھ اہانت آمیز سلوک کیا۔

۴۱ سالہ سوزان بشیر نے عدالت میں مقدمہ پیش کیا کہ ۲۰۰۵ء میں اسلام قبول کرنے کے بعد سے آج تک اس کو طرح طرح کی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

سوزان کی وکیل نے عدالت میں کہا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد جب سوزان حجاب پہننے لگی اور جمعہ کی نماز میں حاضر ہونے لگی، تو کمپنی کے ذمہ داران اور دیگر کارکنان نے اس کو دہشت گرد کہنا شروع کر دیا اور کہا کہ یہ جہنم میں ضرور جائے گی، مقدمہ کے مطابق کمپنی کے ایک ذمہ دار نے سوزان سے بار بار حجاب اتارنے کو کہا اور حجاب کی وجہ سے اس کی بے عزتی بھی کی اور ایک بار تو حد ہو گئی کہ اس نے سوزان کے سر سے حجاب کو پھاڑنے کی کوشش بھی کی۔

سوزان نے سب سے پہلے حقوق انسانی تنظیم سے شکایت کی پھر سرکاری طور پر مقدمہ دائر کیا، ۲۰۱۰ء میں اپنی ملازمت سے الگ ہو گئی، چند دنوں کے بعد مقدمہ کی سماعت اور گواہی کے بعد عدالت نے کمپنی کو پانچ ملین ڈالر سوزان کے ساتھ امتیازی سلوک کے عوض میں ادا کرنے کا فیصلہ سنایا، اسی کے ساتھ ساتھ سوزان کے ذاتی خسارہ کو دور کرنے کے لیے خطیر معاوضہ ادا کرنے کا بھی حکم دیا۔

☆☆☆☆☆

تذکیر و عمل

موبائل فون کو مصیبت نہ بنائیں!

ادارہ

دور جدید نئی ایجادات اور سائنسی ترقی کا دور ہے، سائنس نے زندگی کو بہت سہل اور پر تعیش بنا دیا ہے، ہر ایجاد اپنے اندر علم و تحقیق کا ایک گوہر چھپائے ہوئے ہے، مگر ہر ایجاد کے ساتھ ایک بحث ہمیشہ ہوتی ہے کہ اس کے نقصانات زیادہ ہیں یا فوائد، کچھ ایسا ہی معاملہ موبائل فون کے ساتھ بھی ہے، موبائل فون نے جتنی تیزی سے ترقی کی ہے اور جس طرح یہ بچے بچے کے استعمال میں آیا ہے، ایسا ریکارڈ کسی ایجاد کا نہیں، موبائل فون کا استعمال اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ بعض لوگ اس کے بغیر چند لمحے بھی نہیں گزار سکتے اور موبائل کے بغیر خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں، اس خوف کو "موبوفوبیا" کا نام دیا گیا ہے، نوجوان نسل تو اب شاید اپنے مشغلے بدل چکی ہے، راستوں، راہوں پہ آتے جاتے، گھروں میں بیٹھے، سواریوں میں، کالجز اور یونیورسٹیز کے احاطوں میں ٹہلتے، کھانا کھاتے، پانی پیتے، لیٹتے بیٹھتے، ہنستے بولتے بس انگوٹھے کی ایکسر سائز جاری رہتی ہے، پیغامات آ رہے ہیں، پیغامات جا رہے ہیں، خاص طور پر ایک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے، چوتھے اور پھر سیکڑوں تک فارورڈ کرنے کا رجحان تو کچھ زیادہ ہی زور پکڑ گیا ہے، SMS جسے ابتداء میں گونگے اور بہرے لوگوں کے لئے بطور رابطہ متعارف کرایا گیا تھا، آج ہر ایک کے لئے رابطے کا ایک نہایت طاقتور ذریعہ بن گیا ہے، اب یہ پیغام رسانی کا جدید اور آسان ترین ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ تجارت، کاروبار یہاں تک کہ بینک کاری کے لئے بھی استعمال ہو رہا ہے، لوگ گھر بیٹھے ایک چھوٹے سے SMS کے ذریعہ اپنے اکاؤنٹ کی تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں، بل جمع کروا سکتے ہیں اور اپنی رقوم نکلوا اور جمع کروا سکتے ہیں، کاروباری حضرات اب صرف ایک میسج بھیج کر اپنی اشیاء کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں، اس طرح اشتہاروں اور تشہیری مہم کا خرچہ بھی بچتا ہے، SMS کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایس. ایم. ایس. کے ذریعے کم پیسوں میں دوستوں کے ساتھ رابطہ رہتا ہے، بلاشبہ یہ کام انٹرنیٹ یا لینڈ لائن فون کے ذریعے بھی ہوتا ہے، مگر وہ موبائل کی طرح ہر وقت ہاتھ میں نہیں ہوتا ہے، اس طرح موبائل فون نے خوبصورت لمحوں اور اچھے دوستوں کو مٹھی میں بند کر لینے کا تحفہ دیا ہے۔

ہمارا ملک اس وقت ایسے دور سے گزر رہا ہے جہاں ہر پل بے یقینی کی کیفیت ہے، جب تک بچے اسکول، کالج سے واپس نہ آ جائیں، والدین خوف میں رہتے ہیں اور انہیں سکون نہیں ملتا ہے، ایسے ماحول میں موبائل فون رابطے کا ذریعہ بن کر والدین کے اطمینان کا باعث بنتا ہے، دیر ہو جائے یا کوئی مسئلہ ہو جائے تو ایک کال یا ایس. ایم. ایس کے ذریعے گھر والوں کو فوری مطلع کیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ آج کل ایس. ایم. ایس میں اقوال زریں اور خوبصورت اور دل کو چھو لینے والی باتیں ایک دوسرے کو بھیجنے کا رجحان عام ہو رہا ہے، اسی طرح مختلف معلومات سے بھرپور میسج بھی سامنے آتے ہیں جس سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم کسی بھی ٹکنالوجی کے مثبت استعمال کے بجائے منفی استعمال زیادہ کرتے ہیں، دراصل کسی بھی چیز کے فوائد اور نقصانات کا انحصار ان ایجادات سے مستفید ہونے والوں پر ہوتا ہے کہ وہ اسے انسانیت کی خدمت اور سہولت کے لیے استعمال کر رہے ہیں یا الٹا وہ اس کے لئے مصائب کا باعث بن رہی ہے، موبائل اور SMS کے جہاں اتنے فوائد ہیں، وہاں ان کا غلط استعمال معاشرے پر منفی اثرات بھی مرتب کر رہا ہے۔

بعض لوگ دوسرے لوگوں کو ڈرانے دھمکانے والے ایس. ایم. ایس کر کے پریشان کرتے ہیں اور انہیں ہراساں کر کے ان کے ذہنی اضطراب کا باعث بنتے ہیں، ایس. ایم. ایس کرتے کرتے انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کے استعمال سے ہم دونوں زبانوں کو ایک ملغوبہ سا بناتے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ پرچہ کرتے وقت بھی طالب علم اکثر SMS میں استعمال ہونے والی زبان استعمال کرتے ہیں اور اردو کے ہجے اور انگریزی کی اسپیلنگ غلط لکھ کر اپنے نمبر کٹوا بیٹھتے ہیں، اس کے علاوہ کلاس رومس میں اکثر طلبہ لیکچرز پر توجہ دینے کے بجائے موبائل پر میسج کرنے میں مصروف رہتے ہیں، تعلیمی اداروں میں ان موبائل فونز کی بدولت جہاں بھی طلبہ کے گروہ.........بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

انوار حرم

آخری قسط

بیت اللہ شریف کی ایک اور حاضری

محمود حسن حسنی ندوی

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ ہوکر براہ جدہ ہندوستان روانگی کا پروگرام طے ہوا، لیکن پھر نظام میں تھوڑی تبدیلی ہوئی کہ جدہ جاکر وہاں سے مکہ معظمہ جاکر جمعہ کی نماز ادا کی جائے اور عمرہ کی ادائیگی بھی ہو، رات ہی رات کو جدہ پہونچ گئے، مولوی طلحہ ندوی جدہ سے گاڑی لے کر آئے تھے اور ایک دوسری گاڑی انہوں نے سامان کے لیے اپنے بہنوئی خالد صاحب کی کردی تھی جو تبوک سے آرہے تھے، ضیاء عبداللہ ندوی کے مکان پر اترے اور پھر جمعرات کو ہی عصر بعد مکہ مکرمہ کے لیے عمرہ کے لیے مولوی طلحہ ندوی کے ساتھ روانہ ہوئے، اور مغرب کی نماز تک حرم پہونچ گئے اور امام کعبہ شیخ ماہر معیقلی کے پیچھے نماز ادا کی گئی، فندق دار الصفوۃ میں ٹھہرنا ہوا، مولانا محفوظ حسین ندوی نے کمرہ بک کرلیا تھا، اس لیے دشواری نہیں ہوئی، البتہ جمعرات اور جمعہ کو سب کمرے بک ہوجاتے ہیں اور کرایہ بھی بڑھ جاتا ہے، بڑی کوشش کے باوجود وہ کمرہ حاصل نہ ہوسکا جو کعبہ کے سامنے ہو، راتوں رات عمرہ کے اعمال ادا کیے گئے اور کھانے کو مؤخر کیا گیا، ہم سب لوگ ساتھ تھے، مولوی عبیداللہ ندوی بھٹکلی (جوام القریٰ یونیورسٹی میں ماجستر کا مقالہ لکھ رہے ہیں اور تقریباً ۱۴، ۱۵ سال سے مکہ معظمہ میں مقیم ہیں) نے مولوی سید سحبان ندوی سے یہ خدمت اپنے لیے لے لی کہ وہ حضرت کو طواف وسعی کرائیں گے، لیکن مولوی سحبان ندوی ساتھ رہے۔

کعبہ مقدسہ کو دیکھتے ہی اس پر عظمت ومحبت بھری نگاہ ڈالنی ہوتی ہے، پہلی نظر دعا کی قبولیت کی ہے، تلبیہ بند اور یہ دعا زبان پر جاری ہو جاتی ہے: "اللّٰھم زد ھذا البیت تشریفاً وتکریماً و تعظیماً وبراً ومھابةً وزد من شرّفه و کرّمه و عظّمه ممن حجّه أو اعتمره"۔ اور یہ دعا: "اللّٰھم أنت السلام ومنك السلام فحيّنا ربنا بالسلام"۔ اور جو جی چاہے دعا مانگے، حضرت تھانویؒ خاص اوقات میں ایک بڑی مختصر دعا مانگا کرتے تھے، کیوں نہ وہ مانگی جائے، بڑی جامع اور مختصر دعا ہے: "اللّٰھم کن لنا واجعلنا لك"۔ نیت اپنے ساتھ سب کی کرے، رحمت ومغفرت کی دعا سب کے لئے خوب مانگے، سب سے پہلا حق والدین کا ہے: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ حجر اسود کا استلام، بسم اللہ اور اللہ کی کبریائی کے بیان کے ساتھ اور ایمان ویقین کے اظہار کے ساتھ "اللّٰھم ایماناً بك و تصدیقاً بکتابك ووفاءً بعھدك واتباعاً لسنة نبیك"۔ اب حالت طواف میں کعبہ پر نظر نہیں ڈالنا چاہیے، خشوع وخضوع ہوگا، اطمینان، وقار اور عشق ومحبت کے ساتھ ہوگا، دعائیں، اذکار وتلاوت سے زبان تر رہے گی۔

طواف مکمل ہونے کے بعد حجر اسود کی لائن میں مطاف میں ہی حضرت مولانا مدظلہ نے نماز طواف ادا کی اور پھر دعا میں مصروف ہوئے، دائیں جانب مولوی عبیداللہ اور بائیں جانب میں بیٹھ گیا، پیچھے مولانا سید بلال حسنی ندوی، مولوی سحبان ندوی اور نظار ندوی تھے، میں نے حضرت مولانا مدظلہ سے عرض کیا کہ عبیداللہ بیعت کرنا چاہتے ہیں، حضرت کو جگہ کے احترام وتقدس کی وجہ سے تردد ہوا، پھر اس خیال سے کہ یہ توبہ ہے اور اس طرح اپنی بھی توبہ ہوجائے گی، بیعت وتوبہ کے الفاظ کہلوائے اور بیعت فرمائی، داہنا ہاتھ عبیداللہ نے پکڑا، بایاں ہاتھ پکڑ کر میں بھی شریک ہوا، سحبان یہ برکت پہلے ہی یہاں حاصل کرچکے تھے، مولانا سید بلال حسنی ندوی اور مولوی نظار ندوی نے بھی الفاظ دوہرائے اور عہد میں شرکت کی، اور پھر حضرت مولانا مدظلہ نے ہاتھ اٹھا کر قبولیت وبرکت کی دعا کرائی، اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائے اور اس عہد پر جو بیت اللہ کے سامنے کیا گیا، قائم دائم رکھے۔ آمین

یہاں سے اٹھ کر صفا پر چڑھے، قبلہ رخ ہوکر دعا کی، اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور حمد بیان کی اور مروہ کی طرف بڑھے، وہاں بھی چڑھ کر اترنا اور قبلہ رخ ہونا اللہ تعالیٰ کی حمد وکبریائی بیان کرنا، دعا کرنا وغیرہ اس طرح صفا ومروہ کے درمیان اور میلین اخضرین کے درمیان تھوڑی تیزی تاکہ حضرت ہاجرہ کی بے چینی اور اضطراب سے کچھ مشابہت ہوجائے، ذرا سوچیے کہ حضرت ہاجرہ کے اعمال اللہ تعالیٰ کو اتنے پسند آئے، اس سے ان کے مقام ومرتبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اور پھر یہ کیا کم ہے کہ ان کی ذریت میں اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھا، حلق کے عمل سے فارغ ہوئے، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کو نظار الاسلام ندوی نے سارے اعمال طواف وسعی وہیل چیئر سے کرائے۔

اگلا دن جمعہ کا تھا اور جمعہ کی نماز کے بعد جدہ کے لیے روانہ ہونا تھا، جمعہ کی نماز شیخ اسامہ بن شیخ عبداللہ الخیاط نے پڑھائی، مختصر خطبہ، مختصر نماز اور دین کی جامع ہدایت اور ان کا اپنا خاص انداز، ان کا بھی ندوہ سے قدیم تعلق ہے اور مجلہ "البعث الاسلامی" کے پرانے خریدار ہیں اور ندوہ کے مشائخ سے بھی واقفیت ومحبت رکھتے ہیں۔

جناب ضیاء عبداللہ ندوی جدہ لے جانے کے لیے آگئے تھے، لیکن ظہرانہ کاظم اپنے بھائی ڈاکٹر حمد کے یہاں مکہ معظمہ میں ہی کیا تھا، وہاں ہم لوگ گئے عصر تک ان کے مکان پر رہے اور سب نے بڑی راحت محسوس کی اور ہم لوگ ان جذبات کے ساتھ واپس ہوئے کہ بقول حضرت شاہ نفیس الحسینی مرحوم۔

شکر ہے تیرا خدایا میں تو اس قابل نہ تھا
تونے اپنے گھر بلایا میں تو اس قابل نہ تھا
میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا
پر نہیں تونے بھلایا میں تو اس قابل نہ تھا

حرمین شریفین کا سفر پورا ہوا، مکہ معظمہ کی یادیں ناقابل فراموش یادیں ہیں، جناب شفیق بخاری ایک روز اپنے مکان پر لے گئے، اور "رز بخاری" کی دعوت کی، جو بلدین مقدسین میں پسندیدہ ڈش ہے، بہت اہتمام سے تیار کرائی، موصوف ایک صالح شخص ہیں، گذشتہ حج میں حضرت قاری امیر حسن مرحوم کی بڑی خدمت کی تھی۔ کانپور کے تاجر توفیق صاحب ایک روز کھانا لے کر آئے، یہ ڈاکٹر محمود رحمانی کے ذریعہ قریب ہوئے ہیں، جناب فضل الرحمٰن منیری بھٹکلی بھی جدہ سے آئے اور ایک وقت کی ضیافت کی، مولانا عبیداللہ حسینی ندوی، عبیداللہ بھٹکلی ندوی اور ڈاکٹر خلیل الدین شجاع الدین مکہ معظمہ میں ہی مشغولیات رکھتے ہیں، اہتمام سے آتے رہے، دیگر بھی لوگوں نے اظہار تعلق کیا، ان میں رائے بریلی کے مکہ میں مقیم بھائی التمش قابل ذکر ہیں، ہم میں سے بعض لوگ بھٹکل کے وانیہ پاشا صاحب کی ضیافت میں رہے۔ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ" کے تحت ان کا ذکر ضروری سمجھا۔

کعبہ مقدسہ پر الوداعی نظر اس دعا اور ان جذبات کے ساتھ تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر پھر جلد بلائے اور بار بار لائے، کیوں نہ اس موقع پر کعبہ کو دیکھ کر یہ پڑھا جائے: ﴿اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ﴾ اہل دل کہتے ہیں کہ اس کا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دوبارہ پھر حاضری ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ جب ہجرت فرمارہے تھے تو کعبہ کو دیکھ کر یہ آیت پڑھی تھی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مکہ کی فتح کے ساتھ کمال نیاز مندی سے آئے، اللہ ہمیں بھی پھر لائے اور بار بار لائے اور دوسرے شوق رکھنے والوں کو بھی حاضری کی نعمت عطا فرمائے۔

جدہ میں چند روز

جدہ میں بمشکل ایک دو روز رکنے کا پروگرام تھا، وہ بھی اس لیے کہ وہیں سے لکھنؤ روانگی تھی، سعودی ایرلائنس سے آئے تھے، سعودی ایرلائنس سے ہی جانا تھا، یہاں پہونچ کر حالات کچھ ایسے پیدا ہوگئے کہ تین چار روز رکنا پڑا، اور دوشنبہ کو رات گزار کر منگل ۳ رجولائی کو علی الصباح لکھنؤ ہم سب روانہ ہوئے۔

جدہ کے میزبان

جدہ میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ جناب ضیاء عبداللہ ندوی کے مکان پر قیام فرماتے ہیں، اس دوران یہ خیال آیا کہ طائف کا پروگرام بن سکتا ہے، لیکن حضرت مولانا مدظلہ کے ویزہ بڑھنے کی کارروائی مکمل نہیں ہوئی تھی، اور اسی مجبوری کی وجہ سے سفر مؤخر کرنا پڑا، جدہ سے ہی ایک دو مقامات پر جانا ہوا، ایک روز انصار رفیع صاحب ندوی کے یہاں ان کی عیادت کے لیے گئے، خیال تھا کہ ہمارے لکھنؤ کے حاجی احمد الباری فرزند مولانا عبدالباری ندوی رحمہ اللہ بھی ہوں گے جو ان کے عزیز ہیں، مگر وہ کسی اور مکان پر تھے، بعد میں وہ خود ضیاء عبداللہ صاحب کے مکان پر ملنے آئے، حضرت مولانا مدظلہ کو نورولی صاحب کے یہاں بھی جانے کا تقاضہ تھا، اس خاندان کے بڑوں میں اب شیخ محمد ولی نورولی ہی رہ گئے ہیں، وہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے اولین خلفاء ومجازین بیعت وارشاد میں ہیں، خود ہی وہ اطلاع پاکر قیام گاہ آئے، وہیل چیئر پر تھے، بڑے دینی مزاج کے حامل ہیں، حضرت مولانا مدظلہ سے مراقبہ کے بارے میں کچھ دریافت کیا اور کچھ باتیں کیں، حضرت مولانا نے مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے تصور اور دھیان کی تعبیر سے اس کو واضح فرمایا، مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ کی طرف بھی متوجہ رہے، اور نماز عشاء ساتھ پڑھ کر واپس ہوئے، قاری شبیر ندوی نے نماز پڑھائی، ان کے ساتھ ان کے بیٹے شیخ اسماعیل نورولی تھے جو قراءت کے ماہر ہیں، مولانا نسیم اختر ندوی نے بتایا کہ سعودی ولی عہد سلمان بن عبدالعزیز جو قرآن مجید کا عالمی سابقہ کراتے ہیں اس میں یہ جج ہوتے ہیں یہ بھی سیرت واخلاق میں اپنے

والد محترم کے نقش قدم پر ہیں۔

شیخ عبداللہ علی بصفر کی حضرت مولانا سے ملاقات

ایک روز شیخ عبداللہ علی بصفر حضرت مولانا مدظلہ سے ملنے کے لئے قیام گاہ پر آئے، جدہ کی معروف دینی شخصیت ہیں، اصل یمنی ہیں، اور جدہ کی مسجد شعیبی کے امام وخطیب ہیں، ان کے پیچھے بعض امراء مملکت اوراعیان بلدہ بھی نماز ادا کرتے ہیں، ملک عبداللہ بن عبدالعزیز کے ایک بیٹے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ "الهيئة العالمية لتحفيظ القرآن الكريم" کے مدیر ہیں، اور دنیا بھر میں اس کے فروغ کا کام کررہے ہیں، اور یہ ان کا ایسا نیٹ ورک ہے جس کے ذریعہ دنیا بھر میں آواز پہونچائی جاسکتی ہے، انہوں نے ملاقات میں حضرت مولانا مدظلہ سے خطاب کی درخواست کی، اور کہا کہ اگر آپ تشریف نہ لاسکیں تو شیخ واضح رشید الندوی کو ضرور بھیج دیجئے گا، لیکن اگلے روز سفر کی تیاری تھی، اور اس کا دونوں پر اتنا اثر تھا کہ دوسرا کوئی پروگرام نہ بن سکا، مملکت کے استحکام کے لیے بعض مفید باتوں کا تبادلہ خیال بھی ان شخصیات کے درمیان ہوا، شیخ بصفر نے کہا ہم آپ کی باتیں انشاء اللہ امیر خالد یعنی خالد الفصیل امیر منطقہ مکہ مکرمہ کو پہونچائیں گے، اوران کو نصیحت کریں گے۔

شیخ بصفر کو اس کا افسوس تھا کہ وہ ندوۃ العلماء اب تک نہیں جاسکے ہیں، حالانکہ ابھی ہندوستان کا ان کا ایک دورہ ہوا، مستقبل قریب میں ندوۃ العلماء آنے کی خواہش ظاہر کی، مولانا سید سلمان حسینی ندوی کی خیریت پوچھی اور تذکرہ کیا کہ وہ ہمارے مرکز آئے تھے، اور خطاب بھی کیا تھا، مولانا غلام محمد وستانوی جو مسابقات قرآنی منعقد کرتے ہیں ان کا بھی تذکرہ کیا اور ان کو ادارہ جو تعاون دیتا ہے اس کی طرف بھی اشارہ کیا۔

ندوہ کے بارے میں حفظ قرآن مجید اور تجوید و قراءت کے شعبہ کی خدمات کا حال معلوم کیا اور یہ جان کر ان کو بڑی مسرت ہوئی کہ صرف دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہی نہیں اس کی تمام شاخوں جو دوسو سے اوپر ہیں اس کا اہتمام ہے، انہوں نے خواہش ظاہر کی ان کا تعاون ان اداروں کو حاصل ہو مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا تذکرہ آیا، ان کی باچھیں کھل گئیں، اور کہا کہ یہ وہ شخصیت تھی جس نے ہمارے دلوں میں ایمان کا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا بیج بویا، ندوۃ العلماء سے نکلنے والے جریدہ "الرائد" کے بارے مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی سے دریافت کیا، الرائد ان کو برابر آتا رہا ہے، ان دنوں کسی وجہ سے ان تک نہیں پہونچ پارہا ہے اس کا ایک شمارہ ساتھ تھا وہ دیا گیا، دیکھ کر خوش ہوئے، ان کے ساتھ ان کے ادارے میں علمی شعبہ سے منسلک ندوی فاضل قاری محمد علی شفیق ندوی تھے، ان کی دو کتابیں یہ شائع بھی کرچکے ہیں، اور یہ دونوں کتابیں ان کے یہاں نصاب میں داخل ہیں اور ساٹھ ملکوں میں ان کے اداروں میں پڑھائی جاتی ہیں، ایک کا تعلق اعجاز قرآنی سے ہے اور دوسری کتاب فقہ اسلامی سے متعلق عبادات واحکام کے ضروری مسائل پر ہے۔

بعض شامی علماء اور ذمہ داروں کی ملاقات

ایک روز عصر بعد مشہور محدث علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور کئی اہم کتابوں کے محقق اور مصنف شیخ سلمان ابوغدہ حضرت مولانا مدظلہ سے ملاقات کے لیے آئے، اور حدیث شریف کی اجازت چاہی، ان کے ساتھ شیخ عبدالرحمن الحلمی بھی تھے، یہ بھی جدہ میں رہتے ہیں اور حضرت مولانا قاری امیر حسن رحمہ اللہ سے بیعت ہیں، انہوں نے بھی حدیث شریف کی اجازت چاہی، شیخ خالد الحکمی اور شیخ احمد باشمیل نے بھی حدیث شریف کی اجازت چاہی اور بھی بعض علماء نے، مسلسل بالاولیہ والی حدیث "الراحمون يرحمهم الرحمن تبارك وتعالیٰ ارحموا من في الارض يرحمكم من في السماء" والی حدیث پڑھی گئی، اس کی اجازت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے توسط سے اور پھر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی کتب ستہ اور موطا امام مالک ومسند احمد کے اوائل کی اجازت ان علماء کو حضرت مولانا مدظلہ نے دی، مولوی اسامہ رفیق ان حضرات کو لے کر آئے تھے، انہوں نے بھی اجازت حدیث شریف لی۔

شیخ خالد الحکمی کا تعلق جالیات سے ہے، اور جامع الاخوین کے مسجد ومدرسہ کے مدیر ہیں، ندوۃ العلماء کا منہج اور نظام تعلیم ودعوت سمجھنا چاہتے ہیں، دارالعلوم دیوبند اور جماعت تبلیغ کے طریقۂ کار ونظام تعلیم ودعوت کو سمجھنا چاہیے تاکہ یہاں جو لوگ اعتراض کرتے ہیں، ان کا صحیح جواب دیا جاسکے، اور ذمہ دار شخصیات کے ذہن کو صاف کیا جاسکے، حضرت مولانا مدظلہ نے الگ سے ان کے لیے وقت فارغ کیا اور تشفی بخش جوابات دیئے۔

ڈاکٹر سید اشرف الدین (جدہ) کی قیام گاہ پر

حضرت مولانا مدظلہ سے ملاقات اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی عیادت کے لیے ایک روز ڈاکٹر سید اشرف الدین جناب ضیاء عبداللہ ندوی کے مکان پر تشریف لائے، اپنے گھر تشریف آوری کی دعوت دی اور مجلس ذکر میں شریک ہونے کو کہا، ان کے محلہ کی مسجد میں نماز ادا کی گئی، رائے بریلی کے انجینئر محمد یوسف فاروقی کافی عرصہ سے جدہ میں مقیم ہیں، وہ بھی مسجد میں تھے اور مجلس ذکر میں بھی رہے، ڈاکٹر صاحب کا مکان ان کے مکان کے متصل ایک ہی فلور پر ہے، ڈاکٹر صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بیعت تھے اور ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت صوفی محمد اقبال مہاجر مدنی سے تجدید کی اور پھر اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے، اور ان کے تعلیم کردہ اعمال کو پوری طرح اختیار کیے ہوئے ہیں، انہوں نے یہ بھی خاکسار کو بتایا کہ بستان نورولی (جدہ) میں ایک دن حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے بھی مجھے اجازت دی تھی۔

مجلس ذکر کے اختتام پر حضرت مولانا مدظلہ نے جو وعظ فرمایا، وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

صحبت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں

حضرت مولانا مدظلہ نے فرمایا:

"قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، اور نبی کریم کی صورت میں نمونہ بھی پیش کردیا گیا، اور ارشاد فرمادیا گیا: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾۔

اللہ تعالیٰ نے نمونہ بھی ہمارے سامنے اور سب کے سامنے رکھ دیا، صرف احکام ہی نہیں دیے، نمونہ بھی دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ صحبت سے سامنے آیا جن کو ایمان کی دولت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی ان پر اس کی چھاپ پڑگئی، ظاہر میں عبادات طاعات کی حیثیت سے آپ کا نمونہ سامنے آیا، اور باطن میں دردو فکر کی کیفیت سامنے آئی، دل تڑپتا رہتا تھا، دائم الفکر اور متواصل الاحزان تھے، صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں چیزیں لیں، اور یہ صحبت کے ذریعہ تھا صحبت حاصل کرنے والوں کو بے حد ترقی ہوئی ہے، جو ایمان کے ساتھ ایک بار مل گیا، وہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں کھو گیا، ہمارے بزرگوں نے صحبت کا طریقہ اختیار کیا، پیری مریدی بھی اسی لیے ہے، اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن مجید نازل نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی جائے، آج کے دور میں ہم کو ان کی صحبت اختیار کرنے کی فکر کرنی چاہیے، جن کا طریقہ سنت سے قریب تر ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب رہتے ہوں، جس کو شیخ کامل مل جائے، وہ بڑا خوش نصیب ہوتا ہے، یہ بھی ضروری ہے، اور قرآنی تعلیمات میں جن پر عمل کرتا رہے اور اصل وہی ہے، جن باتوں کو اللہ تعالیٰ نے کرنے کو کہا ہے وہ کریں اور جن سے رکنے کو کہا ان سے رکیں"۔

حاجی محمد عظیم الدین کے مکان پر

حاجی محمد عظیم الدین حیدرآبادی، مولوی طلحہ ندوی کے والد اور طویل مدت سے جدہ میں مقیم ہیں اور تبلیغی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں، ایک روز عشائیہ ان کے گھر تھا، ان کے فرزند مولوی طلحہ ندوی نے اس پورے سفر حرمین شریفین میں جو ۱۴/جون سے شروع ہوکر ۲/جولائی تک تھا، بڑا ساتھ دیا، اور حضرت مولانا مدظلہ کو مکہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ سے جدہ اور پھر دوبارہ مکہ معظمہ حاضری، ان سب میں وہ خدمت میں مصروف رہے۔

اہل تعلق کا اظہار تعلق

اہل تعلق اور ندوۃ العلماء کے منتسبین میں جن کو اطلاع ہوئی وہ ملنے آئے، عصر بعد اچھی مجلس ہوجاتی تھی، عزیزوں میں جناب سید محمد صابر حسوی، فرید فریدی، مولوی سید ابوالقاسم حسینی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ضیاء صاحب کے ساتھ ان کے بھائی مولانا طٰہٰ عبداللہ ندوی اور مولانا نسیم اختر ندوی اور خود ضیاء صاحب کے صاحبزادے باسم عبداللہ ندوی بڑی محبت وتعلق سے پیش آتے رہے، ندوی فضلاء میں قاری شبیر ندوی اور قاری صبغۃ اللہ ندوی محلہ کی مسجد جامع الاخوین کے مدرسہ حفظ وتجوید میں استاد بھی ہیں، اس لیے انہوں نے وقت زیادہ دیا، ممتاز ندوی فاضل وفقیہ مولانا ڈاکٹر علی احمد ندوی گجراتی اپنی نہایت علمی مصروفیت کے باوجود اپنے استاد محترم کی خدمت میں بیٹھنے کو دوسرے کار خیر پر ترجیح دیتے رہے، اور ان سے دوسرے لوگوں کو انفرادی واجتماعی مسائل میں مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا۔

عالم اسلام کے حالات پر تبصرے

شام، برما اور مصر کے حالات زیر تبصرہ رہے، مصر میں تو اسلامی انقلاب آگیا، اور اخوانی رہنما محمد مرسی صدر منتخب ہوگئے اور انہوں نے آتے ہی اصلاحات شروع کردیں، ان کی اس تیزی کو دیکھ کر ترکی کے وزیر اعظم رجب طیب اردگان نے مصر کا دورہ کیا اور حکمت عملی طے کرکے اقدام کرنے کا مشورہ دیا۔ جدہ میں "جامع الاخوین"

میں مصری اساتذہ ملے، انہوں نے حضرت مولانا مدظلہ کے سامنے بڑی توقعات رکھیں، اور بتایا کہ مصری عوام ان کے ساتھ ہیں اور مغرب کو جمہوری شکست ہوئی ہے، اس لیے امید یہی ہے کہ اسلامی رجحانات کو مصر میں فروغ ہوگا اور اسلامی حلقوں کو نصف صدی کے زائد عرصہ سے جو گھٹن تھی، وہ اب دور ہوگی۔

شام اور برما میں مسلمانوں کو جن حالات کا سامنا ہے، وہ ناگفتہ بہ ہیں، برما میں بودھ قوم اور کمیونسٹ اقتدار کے وحشیانہ مظالم کا اراکانی مسلمانوں کو سامنا ہے، اور افسوس ہے کہ دنیا اور عالمی میڈیا اپنے جانبدارانہ مزاج اور رویہ کے ساتھ پھر اپنی تصویر پیش کررہا ہے اور خاموش ہے، اور شام میں غالی شیعی (نصیری، دروزی) اور کمیونسٹ اقتدار کے وحشیانہ مظالم کا سامنا ہے، حرمین شریفین اور مملکت سعودی عرب کی مساجد میں ان دونوں مقامات کے مظلومین کے لیے خوب دعائیں کی جارہی ہیں، محلہ حی الرحاب جہاں ہم لوگوں کا قیام تھا، اس کی مسجد جو علاقہ کی مرکزی مسجد ہے، "جامع الاخوین" میں امام صاحب نے نماز عشاء کی آخری رکعت میں قنوت نازلہ بڑے ہی دردوسوز کے ساتھ پڑھی اور مظلوموں کے لیے دعا اور ظالموں کے لیے بددعا کی گئی، کچھ شامی علماء بھی مسجد میں تھے، شاید ان کا بھی اثر تھا۔

ندوی مدرسہ

کچھ ندوی فضلاء نے جن میں عبداللہ جے پوری پیش پیش ہیں، "مدرسہ بلال بن ابی رباح" کے نام سے مکتب میں وہ نصاب شروع کیا ہے جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ابتدائی وثانوی درجات میں پڑھایا جاتا ہے، چونکہ یہاں کتابیں میسر نہیں ہیں، اس لیے ان کتابوں کا عکس لے کر طلبہ درس لے رہے ہیں، ان طلبہ میں جدہ میں مقیم مختلف علاقوں اور ملکوں کے طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

پیام انسانیت کی ضرورت

جدہ میں مختلف مذاہب کے لوگ ہیں اور مختلف ملکوں کے افراد ہیں، اس لئے ان کے لیے پیام انسانیت کا انگریزی لٹریچر اور ہندوستانیوں کے لئے ہندی لٹریچر کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے، اس کی خواہش ظاہر کی گئی۔

روانگی

۳ر جولائی ۲۰۱۲ء کو علی الصباح لکھنؤ کے لیے فلائٹ تھی، جس سے لکھنؤ کے لیے روانگی ہوئی، اور ہم لوگ چھ گھنٹے کے بعد لکھنؤ پہونچ گئے، اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ تقصیرات سے درگذر فرمائے، سچ تو یہ ہے کہ حرمین مقدسین کا جو حق تھا وہ ادا نہ ہوسکا، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، اس رب کریم نے اپنے گھر بلایا پھر بلائے اور جو کوتاہی رہ گئی اس کی تلافی کی توفیق دے۔

آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون.

☆☆☆☆☆

............بقیہ صفحہ ۲۷ر کا)

درمیان میں کتاب رکھ کر ایک دوسرے کو سمجھاتے اور پڑھاتے نظر آتے تھے، اب طلبا اپنے موبائل کے ذریعہ ایک دوسرے کو مختلف لطائف، شعروشاعری اور فضول پیغامات بھیجنے کی مشقیں کرتے نظر آتے ہیں، موبائل میسج اور کالز سے جنس مخالف کے ساتھ دوستیاں پروان چڑھ رہی ہیں، جن کا انجام اکثر پریشان کن ہوتا ہے، میسج کے ذریعے کوئی بھی فحش بات یا لطیفہ منٹوں میں پھیل جاتا ہے اس طرح نوجوان نسل اخلاقیات کو فراموش کرکے بےراہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے، بعض لوگ میسج کا استعمال لوگوں کو لوٹنے اور دھوکہ دہی کے لئے بھی کرتے ہیں، بعض گھروں میں والدین موبائل پر مصروف رہتے ہیں اور بچوں کو وقت نہیں دیتے اور اسی طرح یعنی گھروں میں بچے ہروقت موبائل کے ساتھ کالز اور میسج کرنے میں مگن رہتے ہیں، بجائے اس کے ماں باپ، بہن بھائیوں کو وقت دیں ان سے گفتگو کریں، نتیجۃً آپس میں فاصلے بڑھ رہے ہیں، کہیں ماں باپ بچوں سے ناراض ہیں تو کہیں بچوں کو ماں باپ سے شکایات ہیں، اس طرح بالواسطہ طور پر موبائل اور SMS کا خبط خاندانی نظام کی تنزلی کا سبب بھی بن رہا ہے۔

حقیقتاً دیکھا جائے تو موبائل اور موبائل میسج کا صحیح استعمال کرنے والے کم اور غلط استعمال کرنے والے زیادہ ہیں، اگرچہ سائنس کی اس نعمت سے انکار ممکن نہیں کہ اس کی بدولت ہم پوری دنیا کو جیب میں لیے پھرتے ہیں، مگر شاید اس سہولت کے بامقصد اور مفید استعمال کے لئے ہمیں تھوڑی سی تربیت کی ضرورت ہے، والدین کو چاہیے کہ بچوں کو موبائل فراہم کرتے وقت اس کے مثبت استعمال کی بھی تلقین کریں اور سب سے بڑھ کر تو ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے میں نیکی اور بدی کا شعور اجاگر کیا جائے، کیونکہ جب انسان کو اچھائی اور برائی کی تمیز ہوگی جب ہی وہ کسی ایجاد یا تحقیق سے مستفید اور اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں

ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!

پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER & DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

MAQBOOL JEWELLERS
مقبول جویلرس
جوتے والی گلی امین آباد
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow
Mob.: 9956069081-9919089014
Shop No. S-13 Gole Market, Mahanagar Lucknow
Ph: 0522-4000130 (S) - 4001130

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
کیفے فردوس
CAFE FIRDOS
Partly Air Condition
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel.: 23424781 - 23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

Postal Regd. No. LW/NP/63/2012TO2014
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Despatch Date, 10-12 / 25-27
Vol. No. 49 Issue No.22

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in
25 September, 2012

Quba Awning
Dome Tent And Awning
ایم ۔ کے ۔ ملک

قبا اوننگ

مینوفیکچررس

ٹیررس اوننگ ۔ ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ ۔ لان اوننگ ۔ ڈیموٹینٹ

چندراول، (نزد سی آر پی ایف سینٹر)
سروجنی نگر، لکھنؤ

Chandrawal (Near C.R.P.F. Group Center)
Sarojni Nagar, Lucnknow
Tel : (W)0522-2817580 - (W)0522-2817759 - 0522-3211701
Mob.: 9335236026 - 9839095795 -
E-mail: qubaawningup@yahoo.com

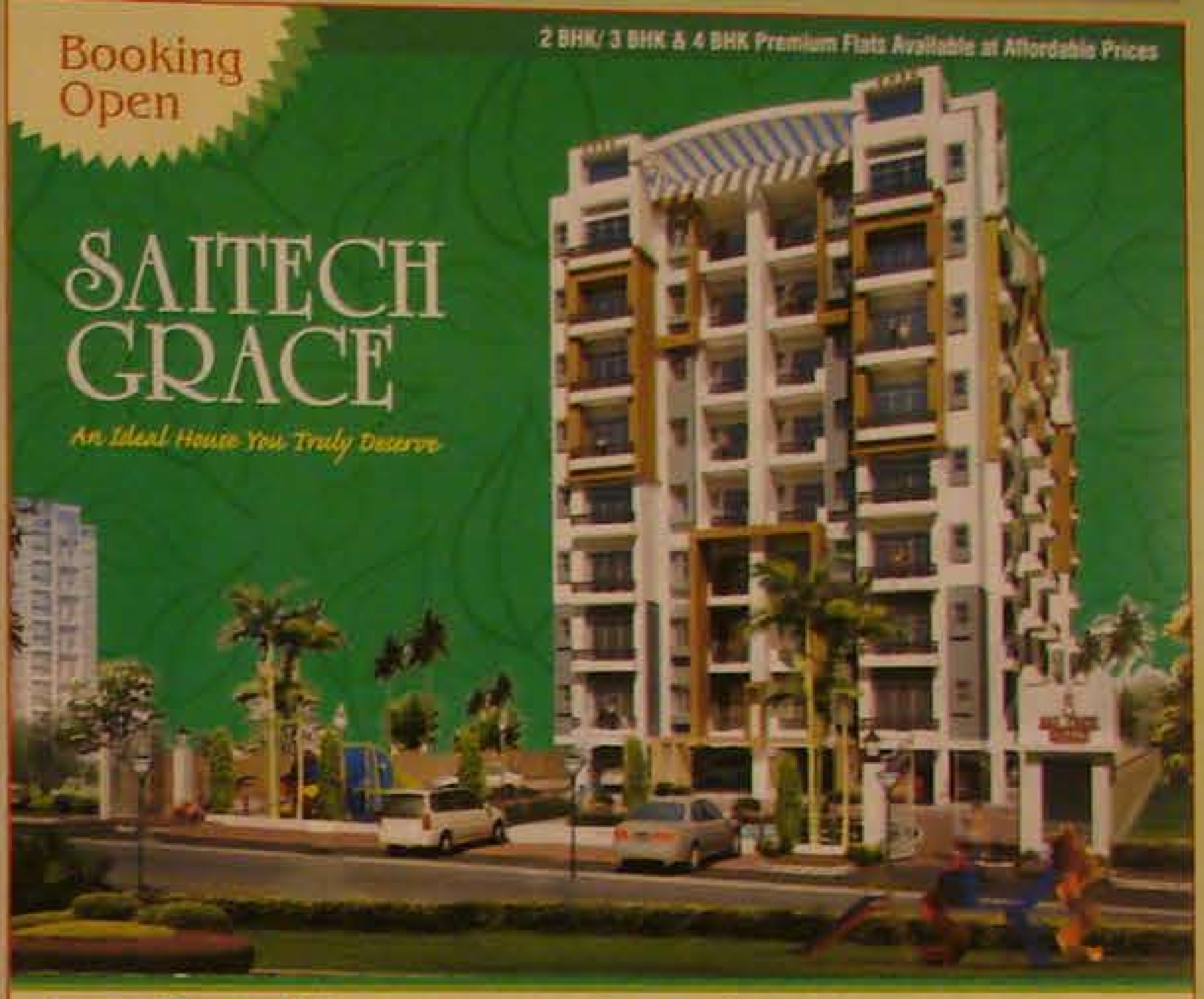

FACILITIES /AMENITIES 24X7 security system, Intercom / EPABX system from Entrance Gate, Power Backup through Generator, Internet connectivity, Pressurized water supply system, High quality single lever bathroom fittings, Open and covered car parking, Children play ground, Jogging / walking track, Gymnasium provision, Automatic high speed lifts, Fire Fighting System, Ample open and covered (stilt and basement)car parking space, Visitor's Parking.

BUILDERS & DEVELOPERS
SAITECH INFRASTRUCTURE PVT. LTD.
MAS COLONISERS (INDIA) PVT. LTD.

Corporate Office
06-F.F., Natraj Complex, 11 B.N. Road, Lalbagh,
Lucknow - 226001
Tele Fax : +91-522-4077160
Mob.: 9838456123, 9450200000, 9450931440, 9415022240
Website : www.saitechbuilders.com
E-mail : saitechinfra@gmail.com

Site Office
485/8, Mohan Meakin Road,Daliganj, Lucknow.

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب،
روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

خوشبودار عطریات

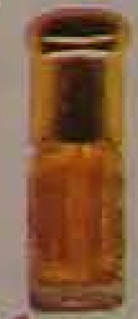

—————— : کی ایک قابل اعتماد دوکان : ——————
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیارکردہ
اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS
H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel : 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell-91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Designed By : Future Graphix, Lko. Mobile : 7860632916

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085